SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, July 19, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty five minutes past five in the evening with Mr. Deputy Chairman (Mr. Khalil-ur-Rehman) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا یھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یا کل لحم اخیہ میتا فکر ھتموہ و اتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔

ترجمہ : اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے توتم ضرور نفرت کرو گے۔(تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا ڈر رکھو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان

ہے۔ (سورہ حجرات۔۱۲)

LEAVE OF ABSENCE

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب محمد سرور خان کاکڑ ناسازی طبع کی بنا پر مورخہ ۱۴ تا ۱۶ جولائی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب مشاہد حسین سید ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۴ جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے ۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا رخصت منظور ہے ۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترمہ ممتاز بی بی ناسازی طبع کی بنا پر مورخہ ۱۶ جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں ۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب عبدالحفیظ شیخ صاحب وزیر برائے نجکاری نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دوروں کی وجہ سے اسلام آباد سے باہر ہیں۔ اس لیے آج مورخہ ۱۹ جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

بلیدی صاحب! دیکھیں آج بزنس کافی زیادہ ہے اور آپ لوگوں ہی کا ہے ۔

let it be short.

POINT OF ORDER RE: ATTEMPT ON THE LIFE OF MAULANA SHIRANI, MNA.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہے کہ کل

بلوچستان میں ایک اہم واقعہ پیش آیا ہے جو افسوس ناک ہے ۔ ہمارے مولانا شیرانی صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا اور الحمد للہ وہ اللہ کی مہربانی سے محفوظ رہے لیکن مولانا شیرانی وہاں متحدہ مجلس عمل کے صدر بھی ہیں اور جمعیت علمائے اسلام کے امیر بھی ہیں اور قومی اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔ مولانا صاحب ایک غیر متنازعہ شخصیت ہیں اور سب کو پتا ہے کہ سب سے پہلے ایم ایم اے کے وجود نے بلوچستان سے ابتدا کی ' اور سب فرقوں کو یکجا کر کے وہاں پر امام کے نام پر ایک تنظیم بنائی تاکہ فرقہ واریت کو ختم کیا جاسکے۔ پھر اس کے بعد اس کے اثرات مرکز تک آ گئے اور ایم ایم اے وجود میں آئی ۔ کل وہ دورے پر جا رہے تھے تو کچھ شر پسندوں نے road پر ایک بم رکھا اور ریموٹ کے ذریعے اس کو انہوں نے چلایا تو مولانا شیرانی کی گاڑی تباہ ہوگئی مولانا صاحب محفوظ رہے جو اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ جناب چیئرمین! یہ تو آپ کو پتا ہے کہ ہر وقت جو سیاستدانوں پر حملے ہو رہے ہیں یہ اس کی ایک کڑی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مخالفین ہی کا نام لیا جاتا لیکن اس میں ایجنسیز ضرور ملوث ہیں۔ مولانا شیرانی صاحب کی ایک عادت ہے کہ وہ بات صاف کہتا ہے اسمبلی میں بھی ' اپنے جلسوں میں بھی کوئی بات نہیں چھپاتا ہے اور وہ فوج پر بھی تنقید کرتا ہے ' ایجنسیوں پر بھی تنقید کرتا ہے۔ وہ ایک صاف انسان ہے ۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ آج تک مولانا شیرانی کا گھر بھی نہیں ہے۔ یہ جو واقعہ ہوا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف سے بھی کوئی منسٹر یا لیڈر آف دی ہاؤس اس کا جواب دے اور اس کی انکوائری ہائیکورٹ کے جج کے ذریعے کرائی جائے۔ اگر ان کو خدانخواستہ کچھ ہوتا تو اس کے بڑے اثرات ہوتے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ ۔ لیاقت بنگزئی صاحب! یہ سب سے پہلے آئے تھے۔ ٹھیک ہے بلیدی صاحب! بس کافی ہو گیا۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب چیئرمین صاحب! کل ۱۸ جولائی کو جو افسوسناک واقعہ پیش آیا اس کی جس قدر مذمت کی جائے میں سمجھتا ہوں وہ انتہائی کم ہوگی ۔ جیسے کہ بلیدی صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد خان شیرانی صاحب نہ صرف قومی اسمبلی کے رکن ہیں بلکہ ان کا سیاسی اور مذہبی حوالے سے بھی عالمی سطح پر ایک معتبر اور جانا پہچانا مقام ہے۔ وہ جمعیت علمائے اسلام کے صوبائی امیر ہیں اور ان پر قاتلانہ حملے کو میں بزدلانہ اور ناعاقبت

اندیش قدم تصور کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین صاحب! اس سے پہلے بھی اس ایوان میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہ آواز گونجتی رہی ہے کہ ماورائے عدالت، ماورائے قانون اور ماورائے آئین سیاسی راہنماؤں پر حملے ہوئے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کو شہید کیا گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ مراد صاحب کو شہید کیا گیا، منور سہروردی صاحب کو شہید کیا گیا اور اس کے علاوہ کراچی میں جو خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے اور یہ لمحہ فکریہ ہے حکومت کے لیے کہ ہم اپنے ملک کو کس جانب دھکیل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! افسوس ناک بات یہ ہے کہ اتنے واقعات پے در پے ہونے کے باوجود حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم اسے کس نام سے پکاریں، ہم اسے کیا کہیں؛ ملک میں کسی کی جان، کسی کی عزت، کسی کی آبرو محفوظ نہیں۔ لوگ گھروں سے نکلتے وقت چاروں قل پڑھ کر نکلتے ہیں کہ کہیں کسی گولی کا نشانہ نہ بن جائیں۔

مجھے آج اس ایوان میں آپ کے توسط سے حکمرانوں کو یہ کہنا ہے کہ اگر وہ اس قدر نااہل ہیں کہ اپنے ملک کی ایک انتہائی اہم شخصیت کی جان کو تحفظ دینے میں ناکام ہیں تو پھر عوام کے لیے وہ کیا کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ لیاقت صاحب۔

Anybody who would like to respond from this side? Bhinder Sahib

آپ کچھ بولیں گے؟ جی! وسیم صاحب کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

Senator Wasim Sajjad(Leader of the House): Sir, Maulana Shirani is a very respected figure. He is a Member of the National Assembly and on behalf of the government, we strongly condemned this act and we are all grateful to Almighty Allah that his life has been spared and we pray that may he have a long life. As far as the incident is concerned, once again it is an incident of terrorism and these incidents bring into stark reality the situation that we are facing in

Pakistan today and I think it is these incidents which should make us realize that we have a common enemy regardless of political boundaries, regardless of political divides, this is enemy that we have all to counter and for this we should all get together and suggest how we can counter this menace which is eating and eroding into the foundations of our society.

Sectarianism, terrorism in Pakistan must be blotted out completely and Ithink the religious scholars can help us in this by condemning this in the strongest term, sectarianism and terrorism in any form whatsoever. Thank you, sir.

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھئے بات ہوگئی ہے، آپ نے بھی کر دی ہے، ادھر سے بھی جواب آ گیا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بھئی تین آدمی تو نہیں بول سکتے۔ آپ میں سے کون بولے گا؟ بلیدی صاحب! آپ بول چکے ہیں، آپ تو بیٹھ جائیں۔ ایک سیکنڈ انہیں بولنے دیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! صرف condemn کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ اس سے پہلے جتنے بھی سیاسی قتل ہوئے ہیں تمام کے تمام لوگوں کا تعلق حزب اختلاف کی جماعتوں سے ہے۔ ایک آدمی بھی ادھر سے قتل نہیں ہوا۔ یہ condemn کرتے رہتے ہیں اور ہمارے لوگ مارے جاتے ہیں۔ اس طرح سے نہیں چلے گا۔ ہم علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھئے جناب! جو میری اطلاع ہے، I am going to request **نواب ایاز جوگیزئی** to please clear the issue. نواب صاحب۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! دو آدمی پکڑے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاں، اور یہ طالبان تھے۔ یہ عبداللہ زئی کے تھے۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: یہ ابھی کوئی confirm بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تو انہیں clear کرنے دیں۔ دیکھئے یہ information ہے۔ حکومت کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی بجائے آپ ان کی بات تو سنیں۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب! حکومت کو آپ تو defend نہ کریں۔ حکومت کو انہوں نے defend نہیں کیا، آپ defend کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلیدی صاحب! آپ تو بول چکے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ نے ابھی سے ان کو طالبان declare کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بھئی یہ information آئی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی: آپ نے تعین کر لیا ہے اتنی بڑی chair پر بیٹھ کر۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، میں نے کوئی نہیں کیا۔ میں نے کہا مجھے information آئی ہے۔ میں نے صرف information پاس کی ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر رضا محمد رضا: یہ طالبان نہیں تھے بلکہ آپ کے لوگ تھے۔ آپ لوگوں نے طالبان بنا کر دھماکے کروائے۔ آپ لوگوں نے طالبان بنائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مہیم خان۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: اس طرح کے واقعات ملکی level پر بہت ہوئے ہیں لیکن کل کا واقعہ جو بلوچستان میں ہوا ہے، میں اسے بہت افسوسناک قرار دیتا ہوں۔ کل کے واقعہ میں جس شخصیت کو target بنایا گیا ہے وہ شخصیت متنازعہ شخصیت نہیں ہے بلکہ وہ ایک عالم کی حیثیت سے، ایک پارلیمنٹیرین کی حیثیت، ایک سیاست دان کی حیثیت سے ----

جناب ڈپٹی چیئرمین: انہیں بلالیں۔ انہیں بتائیں کہ مجھے یہ information آئی تھی، وہ بات میں نے کی ہے۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: وہ کسی ایک جماعت کا نمائندہ نہیں ہے بلکہ وہ مجموعی طور پر پشتونوں کا بھی نمائندہ ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ پورے بلوچستان کا نمائندہ ہے اور میں یہ بھی کہوں گا کہ ان کا پارلیمنٹ کے حوالے سے جو کردار رہا ہے وہ پورے پاکستان کی پارلیمنٹ میں سب سے نمایاں کردار رہا ہے۔

جناب والا! بہت اچھی بات ہے، سننے میں آیا ہے کہ دو افراد پکڑے گئے ہیں۔ ان افراد کا کہیں سے بھی تعلق ہے وہ اس ملک کے دشمن ہیں، اس ملک کے عوام کے دشمن ہیں۔ انہوں نے یہ صرف شیرانی صاحب کے ساتھ نہیں کیا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بلوچستان کے عوام کے ساتھ کیا ہے، انہوں نے پاکستان کے عوام کے ساتھ کیا ہے۔ اس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے صوبائی حکومت کو الگ کہنا چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں تفتیش کرے اور جو لوگ اس واردات میں ملوث ہیں ان کا کہیں سے بھی تعلق ہو ہمیں اس جال تک پہنچنا چاہیے اور ایسے افراد کو کیفرکردار تک پہنچانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی درانی صاحب۔

سینیٹر محمد علی درانی: شکریہ جناب چیئرمین! مولانا شیرانی صاحب نہایت ہی قابل احترام اور ایک معزز شخصیت ہیں اور بلوچستان میں ان کو کسی ایک پارٹی کا یا کسی ایک گروپ کا تصور نہیں کیاجاتا بلکہ انہیں ایک عالم دین کی حیثیت سے عزت دی جاتی ہے، ان کے بارے میں یہ اقدام ہونا یقیناً افسوسناک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جیسے جناب وسیم سجاد صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ دہشت گردی ایک ایسا issue ہے جو دونوں اطراف کے لئے ایک خطرہ ہے۔ اگر ہم بلوچستان کا معاملہ لیں تو law and order بنیادی طور پر صوبائی معاملہ ہے اور بلوچستان کی حکومت میں ایم ایم اے برابر کی شریک ہے مسلم لیگ کے ساتھ اور دوسری اتحادی پارٹیوں کے ساتھ۔ اس لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ حقیقت کا احساس کرتے ہوئے صرف ایک دوسرے کو blame کرنے کی بجائے پورے مہذب معاشرے کو، اسلام کو اور تمام مسلمانوں کو دہشت

گردی سے جو ایک بنیادی خطرہ ہے اور میں اپوزیشن سے درخواست کروں گا کہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اور angles کے اوپر کسی دہشت گردی کو support کرنا یا کسی دہشت گردی کے act کو کسی اور پر ڈالنے کی کوشش کرنا یا بلاوجہ جانتے ہوئے کسی پر الزام دینا مناسب نہیں۔ میں اس وقت یہ quote نہیں کرنا چاہتا کہ بلوچستان کے کس کس فرد سے میری بات ہوئی ہے اور انہوں نے اس معاملے میں کیا کیا بتایا ہے ۔ خود مولانا شیرانی صاحب کے بھائی سے میری بات ہوئی ہے ، ان کی اس پر کیا رائے ہے ، یہ تمام حقائق ہمارے سامنے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دہشت گردی ہے اور حکومت اور تمام law and order نافذ کرنے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اس دہشت گردی کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صرف حکومت کی نہیں بلکہ اپوزیشن کی اور پورے ملک کے عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہرانے کی بجائے اس بنیادی فتنے کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ ۔ جی پروفیسرغفور صاحب ۔

سینیٹر پروفیسرغفور احمد: شکریہ۔ جناب چیئرمین! تشویش کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے مختلف صوبوں میں دہشت گردی کی جو وارداتیں ہوئی ہیں اور ہمارے انتہائی اہم افراد شہید کئے گئے ہیں، آج تک ان کے قاتل نہیں پکڑے گئے ۔ہماری گزارش اتنی ہے کہ حکومت چاہے صوبائی ہو ، چاہے وفاقی ہو ان دونوں کا فرض ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رکھیں اور بالخصوص وہ لوگ جو علماء ہیں ، پارلیمنٹ کے رکن ہیں ، سیاسی جماعتوں کے عہدیدار ہیں ، ان کی جانوں کی حفاظت کی جائے ۔ میری گزارش یہ ہے کہ مولانا شیرانی جس طرح اس طرف سے بھی کہا گیا ہے کہ ملک کی اہم ترین شخصیت ہیں ، ایک انتہائی اہم دینی راہنما ہیں ، صوبائی نہیں بلکہ پورے ملک کے سیاسی راہنما بھی ہیں ، اگر ان کے اوپر یہ حملہ ہوتا ہے ، اللہ کے فضل سے وہ بچ گئے ہیں کل کسی اور پر بھی ہوسکتا ہے ۔ جناب چیئرمین! میری آپ سے صرف یہی گزارش ہے کہ حکومت پوری سنجیدگی کے ساتھ ان معاملات کو دیکھے اور مجرموں کو گرفتار کیا جائے تاکہ یہ دہشت گردی بند ہو ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ ۔ جی اکرم ولی صاحب ۔

سینیٹر اکرم ولی محمد، شکریہ۔ جناب چیئرمین! کل مولانا شیرانی صاحب کی ذات پر حملے کا جو واقعہ رونما ہوا ہے اس کی حکومتی سطح پر اور ہر سطح پر پرزور مذمت کی جاتی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ پھر ایک واقعہ کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے بجائے اس کے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ this is an act of terrorism اور جس کی دنیا کے ہر کونے سے مذمت ہو رہی ہے اور یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے ۔ اس طرح کے واقعات ہوتے آرہے ہیں اور ہوتے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے، ہمارے بھائیوں سے اپیل بھی کرتی ہے کہ وہ بھی حکومت کا ساتھ دیں اور حقائق کی طرف توجہ دیں بجائے اس کے کہ الزام تراشی کی جائے۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ عزیز اللہ سانگزئی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی، شکریہ جناب چیئرمین صاحب، بڑی مہربانی۔ جیسا کہ درانی صاحب، اکرم صاحب، بلیدی صاحب، بنگزئی صاحب اور ساتھیوں نے کہا کہ یہ واقعہ پیش آیا تو میں اس کا تھوڑا سا کسی اور نکتے سے پس منظر بیان کر دوں۔ یہ سیاست نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ہمیشہ حزب اختلاف کے ساتھ ہی ایسے کیا جاتا ہے اور میں کہاں سے شروع کروں اور کہاں تک اس کو لے جاؤں لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب عالی! آپ نے اس Chair پر بیٹھ کر کہا ہے کہ وہ طالبان ہیں، وہ طالبان کل تک آپکے عزیز ترین دوست تھے اور میرے ایک نادان دوست نے پیچھے سے کہا کہ تم نے انہیں بنایا ہے، ہم نے کوئی نہیں بنایا ہے۔ جناب والا! اصل مسئلہ یہ ہے جو میں آپ کو بتاتا ہوں، مولانا شیرانی کو بتایا گیا کہ آپ بہت بڑے کام کر رہے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہوا ہے کہ پچاس آدمی ایک امام بارگاہ میں قتل کر دیئے گئے، میں بھی موجود تھا اور شیرانی صاحب بھی تھے، ہماری ساری صوبائی body تھی، ہم لوگ ان کی امام بارگاہ میں گئے

اور انہوں نے کہا کہ آپ کا اور ہمارا دشمن مشترکہ ہے۔ دشمن یہ چاہتا ہے کہ اس کا آسان ترین route بلوچستان ہے، وہ مل جائے۔ جناب والا! وہ شخصیتیں ان کو رکاوٹ سمجھتی ہیں، پچاس لوگوں کو ایک دفعہ قتل کر دیا گیا۔ عزت مآب! اگر آپ Prince Road اور میٹھا چوک سے واقف ہیں، یہ کوئٹہ کا مصروف ترین علاقہ ہے، ہمیں وہاں پر چاقو اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، یہ کلاشنکوف وغیرہ کیسے پہنچ گئی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، شکریہ۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگڑئی: عزت مآب! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ Government اور یہ ایجنسیاں کروا رہی ہیں۔ بلوچستان کو آگ اور خون میں نہلانا چاہتی ہیں، مذہبی تفرقہ بازی پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ میں House کے توسط سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ، اللہ مولانا شیرانی کو عمر دراز عطا کرے، یہ کبھی نہیں ہو گا۔ ہمارا بلوچستان شیر و شکر رہے گا اور مذہبی تفرقہ بازی کبھی پیدا نہیں ہو گی۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بس ہو گیا ہے .thank you کلثوم پروین صاحبہ! بولیں۔

سینیٹر مسز کلثوم پروین: مولانا شیرانی صاحب قابل احترام ہیں، ہم تمام Opposition میں یا Government Benches پر ہوں، ان کا احترام کرتے ہیں اور اس حملے کی دونوں بنچوں کی طرف سے پرزور مذمت کرتے ہیں۔ جہاں تک یہ فرما رہے ہیں کہ Government ہمیشہ Opposition کے ساتھ ایسا سلوک کرتی ہے، میرا خیال ہے کہ یہ بالکل غلط کہہ رہے ہیں۔ Government کے بھی کئی اور Opposition کے بھی کئی لوگوں پر ایسے حملے ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے President صاحب پر دہشت گردوں نے اسلام آباد میں ایسے حملے کئے ہیں تو کیا وہ Government نے کروائے ہیں؟ جہاں تک ان پر حملے کا تعلق ہے، وہ ہمارے بلوچستان سے تھے، وہ ہمارے پورے پاکستان کے علماء میں سے تھے، ہم تمام لوگ اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں اس ایوان کے توسط سے کہ مجرموں کو پکڑا جائے اور ان کو فوری سزا دی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ اب بہت نہیں ہو گیا ہے، we had enough. رضا

خان! باقی business کا کیا ہو گا۔

سینیٹر رضا محمد رضا: میں اس پر مختصراً بولوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مختصراً بولیں گے تو ذرا مختصر بول لیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب چیئرمین شکریہ۔ سب سے پہلے میں پشتونخواہ ملی پارٹی اور پونم کی تمام پارٹیوں کی نمائندگی سے مولانا شیرانی صاحب پر اس بزدلانہ حملے کی پرزور مذمت کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! یہ دہشت گردی کا تسلسل ہے،وہ دہشت گردی جو پچیس سال افغانستان پر مسلط رہی اور اس کے نتیجے میں اب ہمارے ملک پر مسلط ہے۔ اسی دہشت گردی کے تحت جنرل مشرف پر حملے ہوئے، کور کمانڈروں پر حملے ہوئے اور اس ملک کے سینکڑوں عوام اس کا شکار بنے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حملہ آور گرفتار ہوں، اس کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کی جائے اور جو ملوث عناصر ہیں، ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور ان کو سخت سزا دی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Thank you. مینگل صاحب۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل: جناب چیئرمین صاحب! شکریہ۔ مولانا صاحب بلوچستان کی ایک عظیم شخصیت ہیں، غیر متنازعہ عالم ہیں، مذہبی شخصیت ہیں، سیاسی طور پر بھی ان کے سب لوگوں سے تعلقات ہیں۔پشتون، بلوچ اور settlers سب میں مقبول ہیں، ان کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے اس کا ہمیں بہت صدمہ ہے۔ بلوچستان میں جو Government ہے، وہ مسلم لیگ اور مجلس عمل کے اشتراک سے بنی ہے، مخلوط حکومت ہے اور اس حکومت کو بنانے میں مولانا صاحب کا بہت کردار تھا۔تو اس وجہ سے مجھے امید ہے اور بلوچستان حکومت سے میری بات بھی ہوئی ہے۔ ان کو بھی اس پر کافی تشویش ہے ۔ پوری کوشش کی جائے گی کہ culprits کو ظاہر کیا جائے اور کیفر کردار تک پہنچایا جائے ۔ شکریہ۔

Mr. Deputy Chairman: Mr. Sana Baloch, on track.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! جس طرح میرے دیگر محترم دوستوں نے ذکر کیا بلوچستان میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت جو بلوچستان کا جنت نظیر ماحول تھا اور 1999ء سے قبل پرامن صوبے کے حوالے سے جانا جاتا تھا، آج

اس بلوچستان کو پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی ۔ خفیہ ادارے ، فرنٹیئر کور کی بیجا مداخلت، میرا آج اس پر resolution بھی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ غیرضروری اخراجات جو کئے جاتے ہیں اور law and order کی situation کو control بھی نہیں کیا جاتا۔ اس طرح کے واقعات رونما ہوئے ہیں جن میں کوئٹہ کی دہشت گردی کے واقعات تھے ، اور بعد میں وہاں پر ایک اہم مذہبی اور سیاسی شخصیت مولانا محمد خان شیرانی صاحب کو بم سے اڑانے کی ایک ناکام کوشش کی گئی۔ خدانخواستہ اگر وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتے تو آپ سمجھتے ہیں کہ بلوچستان جیسے صوبے کو کتنا شدید نقصان پہنچنا تھا۔

ہم جناب والا! یہ سمجھتے ہیں کہ صرف حکومت کی جانب سے مذمت کرنے سے معاملات حل نہیں ہوتے ۔ یہاں پر محترم وسیم سجاد صاحب نے کہا کہ جی یہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے ۔ ہم terrorism کے خلاف ہیں۔

جناب والا! صوبے تو وفاق کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں۔ صوبوں کی نہ تو حکومتیں خودمختار ہیں ، نہ صوبوں میں law and order اپنی مرضی سے control ہوتے ہیں اور Police Order 2002 کے تحت پولیس کے کانسٹیبل سے لے کر آئی جی تک وفاقی حکومت کو جوابدہ ہیں۔ جناب! صوبہ تو ایک بڑے قیدخانے میں تبدیل ہوگیا ہے ۔ بڑے قید خانے -----

جناب ڈپٹی چیئرمین: point پر بات کریں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: جناب! point یہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ law and order کی situation بہتر کرنی ہے تو آپ بلوچستان سمیت تمام صوبوں کو law and order کے حوالے سے خود مختاری دے دیں ، وہاں پر بیجا مداخلت بند کردیں ، وہاں پر troops بھیجنا بند کر دیں تو جناب والا! اس طرح صورتحال بہتر ہوگی۔ یہ حکومت کی کمزوری ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. Ranjha sahib, last speaker and after that Minister will speak.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے موقع دیا۔ میں بڑے ادب سے تمام دوستوں سے کہوں گا کہ یہ ادارہ سینیٹ ہے، یہ وفاق کی

نمائندگی کرتا ہے، ہم سب بہت ہی concerned ہیں جو واقعہ ہوا ہے اور اس واقعے کو condemn کرتے ہیں۔ وہ ہمارے بڑے محترم بزرگ ہیں، ہم سب کو ان سے عقیدت و احترام ہے لیکن ہم اس موضوع پر بحث کرتے ہیں تو ہم تعصب کو ہوا دے رہے ہیں، ایک صوبے کے ناتے سے، مذہب کے ناتے سے، سیاست کے ناتے سے، میں اپنے دوستوں سے بڑے ادب سے کہوں گا کہ اس کو ہم condemn کرتے ہیں، جب سب condemn کر رہے ہیں اور سب بُرا کہہ رہے ہیں، سب کہہ رہے ہیں کہ یہ غلط ہوا ہے اور سب کہہ رہے ہیں کہ اس کا ازالہ ہونا چاہیے تو اس کے بعد اس ہاؤس میں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے کہ جس سے ہم تعصب کو ہوا دیں۔ ان تقریروں سے مذہبی تعصب اور صوبائی تعصب پھیلایا جا رہا ہے۔ میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی پری گل صاحبہ! آپ نے بولنا ضرور ہے۔ جی بولیئے but make it very short please.

سینیٹر پری گل آغا: جناب چیئرمین! بلوچستان کی بات ہے، میں پُرزور مذمت کرتی ہوں کہ ہمارے مولانا شیرانی صاحب پر حملہ ہوا اور میں اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ ہوں کیونکہ یہ بلوچستان کی بات نہیں ہے بلکہ یہ بہت ہی دردناک بات ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایک اچھے انسان کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اور انہوں نے آج تک کوئی ایسی سیاست نہیں کہ کبھی کسی کو بُرا کہا اور نہ کسی کی بُرائی میں رہے۔ میں پُرزور مذمت کرتی ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ please اس پر action لیں تاکہ دوبارہ کسی کے ساتھ ایسا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی امان میں رکھا اور بچا لیا ورنہ یہ ہمارے لئے بہت نقصان ہوتا۔ یہ کسی نے plan کیا ہے کہ بلوچستان میں دہشت گردی ہو مگر افسوس کی بات ہے، اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔ please آپ ذرا اس پر actionلیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ Action لینے والے یہ سب بیٹھے ہیں۔ جی شیخ رشید صاحب۔

سینیٹر پری گل آغا: نہیں، آپ action لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں انہیں request کر سکتا ہوں۔ شیخ صاحب! آپ بولیں

پھر میں آپ سے کہوں گا کہ آپ action لیں۔

شیخ رشید احمد (وفاقی وزیر اطلاعات)، شکریہ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ مولانا شیرانی کسی تعارف کے محتاج ہیں ' وہ ایک عظیم انسان ہیں' ان کی خدمات جمہوریت کے لیے ' دین اسلام کے لیے' اپنی جماعت کے لیے اور پاکستان کے لیے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں لیکن ہمیں اس صورتحال کو دیکھنا چاہیے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ملزم پکڑے گئے ہیں' ایک ملزم نے اعتراف کیا ہے اور دہشت گردی کا ایک نیا trend ہے جس پر میں ابھی کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ یہ تحقیقات ابتدائی مراحل میں ہیں اور یہ کہنا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے یا حکومت کو ایسا کرنا چاہیے' اس طرح کرنا چاہیے۔ میرے معزز اراکین کو appreciate کرنا چاہیے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ملزموں کو نہ صرف پکڑا گیا ہے بلکہ ایک ملزم نے اعتراف جرم بھی کیا ہے۔ میں اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ شیرانی صاحب پر حملہ آوروں کی رپورٹ اس ایوان میں بھی پیش کی جائے گی ۔ اور یہ وہ عناصر ہیں جو نہ دین کے ساتھ ہیں نہ پاکستان کے ساتھ ہیں' نہ کسی صوبے کے ساتھ ہیں' نہ جمہوریت کے ساتھ ہیں بلکہ ان کے ڈانڈے باہر ملتے ہیں۔ شکریہ جناب۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Now, we come to the Order of the Day. Item No.2.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد، جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب قومی اسمبلی میں بجٹ پیش کیا گیا تھا اس وقت ہمارے وزیر خزانہ نے یہ فرمایا تھا کہ دوران سال کوئی mini budget نہیں آئے گا اور یہ خوشخبری دی تھی کہ ہم نے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا ہے لیکن جناب چیئرمین! ابھی گیس کی قیمتوں میں تقریباً دس فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے جو یکم جولائی سے نافذ العمل ہوگا۔ یہ صرف قدرتی گیس کی قیمت میں اضافہ نہیں ہے بلکہ تمام اشیاء کی قیمتوں پر اس کا اثر پڑے گا۔ وزیر خزانہ یہاں موجود ہیں' میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس حکم کو واپس لے لیں۔ خدا کے لیے غریبوں پر رحم کریں۔ وہ پہلے ہی گرانی' بے روزگاری میں دبے ہوئے ہیں۔ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں ۔ گیس کی قیمتوں میں اضافہ ایک ظالمانہ اقدام

ہے-

جناب ڈپٹی چیئرمین ، پروفیسر صاحب ! یہ point of order نہیں - He does nothave to answer that یہ تو Pandora box والی بات ہے۔ رضا ربانی صاحب ! آپ کا item No.2 ہے لیکن I have a request from Ministry of Labour and Manpower, they have requested for it's deferment till the Minister is present here. Can we defer it or do you want to speak without him.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I will speak without him.

RESOLUTION RE: THE BAN IMPOSED ON TRADE UNIONS IN THE COUNTRY.

Mr. Deputy Chairman: Alright. We may now come to the Order of the Day. Item No. 2 relates to the consideration of resolution moved by Mian Raza Rabbani on 19th of January, 2004 that the House recommends that ban imposed on trade unions in the country be lifted. Raza Sahib.

سینیٹر میاں رضا ربانی ، جناب چیئرمین صاحب ! میں آپ کا شکرگزار ہوں اور normal course میں میں وزیر کی اس بات پر concede کرتا لیکن دو وجوہات ہیں، ایک تو یہ کہ جب سے لالیکا صاحب کی وفات ہوئی ہے اس وقت سے نہ پرانی نئی کابینہ میں Labour Minister تو ہے ہی نہیں۔ یہ قلمدان غالباً کسی اور کے پاس ہے اور وہ labour کے مسئلے کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کیونکہ اس حکومت کی پالیسی بڑی واضح ہے۔ وہ anti labour policy ہے، وہ مزدور کش پالیسی ہے اور وہ پالیسی big business friendly ہے ۔ لہذا، اس ملک کے اندر تمام قوانین ایسے بنائے جاتے ہیں کہ working class کو مزید دبایا جا سکے اور اس وقت trade unions activities پر مختلف اداروں میں جو ban موجود ہے یہ پاکستان کے آئین کے Article 17 کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے ۔ یہاں پر یہ بات بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں

کہی گئی کہ trade union activities کی اجازت within the bounds of law ہر آدمی کو ہو گی۔

جناب چیئرمین ! میں آپ کی توجہ سب سے پہلے جس ادارے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جہاں پر trade union activities پر 1999 میں Chief Executive کے order کے تحت ban لگایا گیا وہ پی آئی اے کا ادارہ ہے۔ جناب چیئرمین! مزے کی بات یہ ہے کہ پی آئی اے میں جہاں تک lower grades کا تعلق ہے وہاں پر ban on trade union activities لگا دی گئی ہے اس کے برعکس پی آئی اے کے اندر جو Pilot's Association یا Engineer's Association ہے یعنی elitest groups ہیں، ان کی associations کو کھلم کھلا اجازت ہے کہ وہ اپنا کام کر سکیں۔ وہ حکومت کے ساتھ اور اپنی management کے ساتھ بیٹھ کر اپنے نئے agreements پر negotiate بھی کر رہے ہیں۔ PIA میں تمام agreements جو union کے ساتھ کیے گئے تھے، ان تمام کو منسوخ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو سب سے بڑی زیادتی PIA flight services کے اندر کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے allowances میں 60% reduction کی گئی ہے۔ ان کا duty time 14 گھنٹے کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے flight safety کا hazard پیدا ہو گیا ہے کیوں کہ اگر کوئی Cabin crew چودہ گھنٹے duty کرے، خدا نخواستہ اگر last minutes پر last nick of the flight پر کوئی emergency ہو تو چودہ گھنٹے کی flying کے بعد اس کی کیا صورتحال ہو گی کہ وہ اس حال میں emergency procedures کو لے کر آگے چل سکے۔

آخری بات جو میں PIA کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں جناب چیئرمین صاحب! کہ ILO کے پاس یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا اور ILO کی بڑی واضح ہدایات ہیں کہ PIA میں trade union activities کو فوری طور پر بحال کیا جائے لیکن ILO کے اس فیصلے کی بھی یہ موجودہ حکومت خلاف ورزی کرتی چلی آ رہی ہے اور PIA میں وہ ban بدستور چلا آ رہا ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! اسی طرح KESC اور WAPDA میں یہ ban Ordinance کی Section 18(a) کے ذریعے لگایا گیا تھا۔ یہاں پر ایک preference show کی گئی کہ WAPDA کے اندر ایک حد تک trade union activity کو allow کر دیا گیا لیکن KESC اور

WAPDA کے دوسرے اداروں میں trade union activities کے اوپر ban آج دن تک چل رہا ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! اسی طرح پاکستان سٹیل مل میں trade union activities بڑے آرام کے ساتھ چل رہی تھیں، ان trade union activities کو پہلے ban کیا گیا، پھر اس ban کو ہٹا دیا گیا لیکن آج پاکستان سٹیل مل کے اندر صورتحال یہ ہے کہ management کی وجہ سے کوئی explicit order نہیں ہے۔ Management کی وجہ سے trade union activities کو اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔

اسی طرح پورے ملک میں ریلوے کی trade union activities پر آج بھی ban موجود ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! Banking Companies Ordinance کے اندر ترمیم کی گئی اور Section 27A کو لایا گیا۔ Section 27A کو لا کر banks میں trade union activities کو بالکل منجمد کر دیا گیا اور اب وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس میں کچھ طرح کی باتیں کی گئی ہیں کہ during working hours یا on the premises of the bank آپ trade union activity نہیں کر سکتے۔ جناب! آپ مجھے بتائیں کہ اگر during working hours یا in the premises of banks, trade union activity نہیں کریں گے تو پھر وہ کہاں پر جا کر کریں گے۔

اسی میں جناب چیئرمین صاحب! ایک ایسی شق ڈالی گئی جو کالا شاہ کالا قانون IRO 2002 ہے جس کو ہم مسترد کرتے ہیں، جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مزدور دشمن قانون ہے۔ جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قانون IMF اور World Bank کے کہنے پر لایا گیا ہے کہ پاکستان کے اندر Labour کو جتنا کچلا جا سکے، اس کو کچلا جائے، اس لئے یہ قانون لایا گیا ہے۔ اس میں بھی یہ بات موجود ہے کہ 25 فیصد trade union office bearers کے کہیں باہر سے ہو سکتے ہیں لیکن Banking Companies Ordinance میں جو ترمیم ہے وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی اور یہ سراسر IRO 2002 کا contradiction ہے جو کہ ان کا اپنا کالا قانون ہے جس کو انہوں نے نافذ کیا ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! جہاں تک private اداروں کا تعلق ہے، کیوں کہ یہ حکومت big business friendly حکومت ہے، یہ ایک capitalist friendly حکومت ہے۔ یہ حکومت cartels کو build کرنے کے حق میں ہے اور یہ labour کے جائز حقوق سے ان کو محروم کرنے میں مدد گار ثابت ہو رہی ہے تو Private اداروں کے اندر آج صورتحال یہ ہے جناب چیئرمین صاحب! جو پرانے دور میں ہوا کرتی تھی، ایوب خان کے دور میں ہوا کرتی تھی یا اس سے پہلے ہوا کرتی تھی ۔ آج اکثر private اداروں میں مزدوروں کو letters of appointment نہیں دیئے جا رہے ہیں اور وہ letters of appointment اس لیے نہیں دیئے جا رہے ہیں کہ وہاں پر یونین سازی نہ ہو اور جو دوسرے benefits accrue کرتے ہیں labour کو وہ نہ مل سکیں۔ لہذا وہاں پر ایک contract system, ایک bonded labour system معرض وجود میں ہے جہاں پر کوئی job security labour کی نہیں ہے۔ سیٹھ پر منحصر ہے کہ سیٹھ جب چاہے وہ کسی بھی آدمی کو نکال سکتا ہے اور آخر میں آپ کے سامنے عرض کروں گا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت اس کی policies اپنی جگہ ہیں لیکن پاکستان مسلم لیگ (ق) ایک سیاسی جماعت ہے اور سیاسی جماعت کے طور پر وہ labour کے حقوق کو اس طرح غصب نہیں ہونے دیں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ اس Resolution کی مخالفت نہیں کریں گے اور یہ ایوان اس Resolution کو unanimously adopt کرے گا۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. I think you should clarify, there is no more (Q).

انہوں نے مسلم لیگ (Q) کے الفاظ کہے تھے۔

Senator Wasim Sajjad: I am grateful to you sir, that needs to be clarified. All the Muslim Leagues have merged into the Pakistan Muslim League and there is no Q, P, M, N, anymore and we are all united Muslim League by the grace of God. By the grace of God we are all one Muslim League and it will remain one Muslim League. Thank you sir.

Mr. Deputy Chairman: Akram Wali sahib.

سینیٹر محمد اکرم ، شکریہ جناب چیئرمین! میں رضا ربانی صاحب کا مشکور ہوں، انہوں نے ایک بڑے اہم مسئلے پر یہ Resolution move کی ہے۔ میں یہ کہنا مناسب سمجھوں گا کہ پاکستان مسلم لیگ، چوہدری شجاعت صاحب کی قیادت میں محنت کشوں کی ایک پارٹی ہے، ایک عوامی پارٹی ہے، غریبوں کی نمائندگی کرتی ہے اور یہ پارٹی محنت کشوں اور مزدوروں کی پارٹی ہے اور سب کی نمائندگی برابر کرتی ہے۔ بدقسمتی سے trade union کے حوالے سے ہمارے ملک میں-------

Mr. Deputy Chairman: Let us hear him, let us hear him please.

سینیٹر محمد اکرم ، ہمارے ملک میں trade union کے حوالے سے------ jokes تو آپ کے بھی سنتے آئے ہیں، اب ذرا ہماری بھی بات سن لیں۔ Trade Unions کے حوالے سے بدقسمتی سے اس ملک میں عجیب سا ایک رجحان رہا ہے اور وہ یہ رہا ہے کہ trade union کو سامنے رکھ کر اور ان کے حوالے سے سیاسی مقاصد achieve کیے گئے ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ trade union یا trade union activities healthy ہیں، healthy ہوتی ہیں اور یہ محنت کشوں کے مفاد کے لیے ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک، شبہ کسی کے ذہن میں نہیں ہے۔ بدقسمتی سے پچھلی حکومتوں نے اس کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ PIA کی جو مثال دی گئی ہے یہ خود ایک واضح مثال ہے کہ trade union activities کی وجہ سے وہاں 25000 سے زیادہ ملازمین hire کیے گئے، دوبارہ میں یہ کہوں گا کہ سیاسی مقاصد کے لیے۔ Trade union activities کے مقاصد کی آڑ میں مزدوروں کو اکسایا جاتا رہا ہے، سیاسی مرحلے طے کیے گئے ہیں، جس کے نتیجے میں سرمایہ کار اور جو لوگ کاروبار کرتے رہے ہیں وہ بہت زیادہ affect ہوئے ہیں۔ فیکٹریاں تباہ ہوئیں۔ آئے دن ہڑتالیں ہوئیں، نتیجتاً سرمایہ ملک سے منتقل ہوتا چلا گیا۔ فیکٹریاں بند ہوئیں اور جو مقصد ملازمت یا employment کا تھا وہ مجروح ہوا۔ ملازمین نکالے گئے چونکہ فیکٹریاں تباہ ہوگئیں۔ ان ساری چیزوں کا مقصد یہ تھا کہ ملک کو unstable کیا جائے۔ چیئرمین صاحب! میں یہ سمجھتا ہوں کہ Trade union activities healthy ہیں لیکن ان کے مقاصد کا

استعمال زیادہ ضروری ہے۔ حکومت پاکستان نے اگر ban لگایا ہے تو اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں۔ PIA ایک ایسا ادارہ ہے جو سب سے زیادہ مجروح ہوا ہے۔ Over time, postings اور کام پر نہ آنا' یہ وہاں کی ریت بنی ہوئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں ہم فی الوقت اس کو oppose کریں گے اور ہم یہ چاہیں گے کہ ایسے قانون introduce کیے جائیں تاکہ trade union activities ہوں اور ضرور ہوں لیکن طریقے کے ساتھ اور یہ بامقصد طریقے سے پھلیں پھولیں۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی پروفیسر غفور صاحب۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: جناب چیئرمین! ہمارے بھائی رضا ربانی نے بڑی تفصیل سے اپنا اظہار خیال کیا ہے۔ میں آپ کی توجہ آئین کے آرٹیکل 17 کی طرف مبذول کرواؤں گا۔ اس آرٹیکل میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ پاکستان کے تمام شہریوں کو یونین سازی کا حق حاصل ہے۔ صرف ایک ہی شرط اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کی sovereignty اور integrity کے خلاف نہ ہو۔ اگر کوئی یونین پاکستان کی sovereignty اور integrity کے خلاف کام کر رہی ہے تو حکومت پاکستان کے پاس اس بات کا پورا اختیار ہے کہ وہ ان کے خلاف کارروائی کرے۔ جناب چیئرمین! اگر آپ یونین سازی پر پابندی لگا دیں گے تو اس سے ظلم کے فوارے پھوٹ پڑیں گے اور کبھی ملک کے اندر نہ کوئی خوشحال ہوگا اور نہ کوئی سیاسی امن و امان پیدا ہوگا۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ آئین جس سے وفاداری کا حلف ہم سب نے اٹھایا ہے' اس کا آرٹیکل اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ تمام شہریوں کو یونین سازی کا حق حاصل ہے' اس حق کو ہم سے نہ چھینا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب۔ طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: جناب چیئرمین! میں electricity کے break down پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھیں! اس وقت ایک resolution پر بحث ہو رہی ہے۔ اگر آپ نے resolution پر بولنا ہے تو ٹھیک ہے۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: میں بڑی دیر سے ہاتھ کھڑا کر رہی تھی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، وہ تو اب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ قصہ یوں ہے کہ اگر اس وقت آپ کرنا چاہتی ہیں---- ban on trade union

سینیٹر طاہرہ لطیف: چھوٹی سی بات کرنا چاہتی ہوں۔

Mr. Deputy Chairman: No, no I can't, you are not put to that.

میں آپ کو بعد میں وقت دوں گا، جب یہ ختم ہو جائے گا تو بعد میں آپ کو وقت دوں گا۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Anybody, Ahmed Ali sahib.

سینیٹر احمد علی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ٹریڈ یونین پر بات ہو رہی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بھی management اپنے کسی labour کو فارغ نہیں کیا کرتی unless وہ useless ہو۔ یہ concept صحیح نہیں ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو رکھا جاتا ہے۔

Mr. Deputy Chairman: You may be seated, Raza Rabbani.

سینیٹر احمد علی: جو لوگ بھی criteria پر پورے اترتے ہیں اور جو لوگ کام کرتے ہیں وہ کبھی باہر نہیں نکالے جاتے کیونکہ وہی ان کا اثاثہ ہوتا ہے۔ پی آئی اے کی جہاں تک بات ہو رہی ہے تو ہمیں سب پتہ ہے، ایک اچھا خاصا منافع بخش ادارہ loss میں convert ہوگیا۔ کیوں ہوا؟ پچیس ہزار، تیس ہزار لوگ جن کی کوئی ضرورت نہیں تھی وہ آکر داخل ہو گئے۔ وہ زمانہ ہم کو یاد ہے جب روٹی، کپڑا اور مکان کی باتیں ہوئیں اور ٹریڈ یونین کو بانس پر چڑھایا گیا، گھیراؤ ہوئے، جلاؤ ہوئے، آخر میں کیا ہوا، کچھ نہیں۔ سب غریب وہیں کے وہیں تھے، لیبر وہیں کے وہیں تھے لیکن politically advantage ضرور gain کیا گیا۔ شاید وہ طریقہ پھر repeat کرنے کی کوشش ہو رہی ہے کہ پھر کوئی سیاسی چکر چلائیں اور پھر کچھ gain کیا جائے۔ وہ زمانہ اب نہیں رہا، لیبر بھی سمجھتی ہے، منیجمنٹ بھی سمجھتی ہے۔ میں ایک management کا آدمی ہوں، میں assure کرتا ہوں کہ کوئی labour کو نہیں نکالتا لیکن اگر آپ کام ہی نہیں کرو گے اور پھر آپ آکر زبردستی بیٹھو گے، ٹریڈ یونین بناؤ گے۔ ٹریڈ یونین ختم، آپ فیڈریشن تک بناتے ہیں۔ اب ایک چھوٹی سی یونین ان کے پاس پہنچ جاتی ہے، وہ آتے ہیں لڑنے، بھئی آپ

کا کیا واسطہ ہے؟ آپ کون ہیں؟ لیکن اس کا total misuse ہوا ہے۔ ابھی بھی جو لوگ چاہتے ہیں ان کی یونین بن جاتی ہے، وہ اپنے کام کرتے ہیں، negotiations کرتے ہیں۔ ہم ان کو جو ان کی ضرورت ہوتی ہے، سب کچھ دیتے ہیں لیکن اس کو ناجائز استعمال کرنا، غلط direction میں لانا، labour کا exploitation کرنا.that is not correct and I oppose it.

Mr. Deputy Chairman: Thank you, Bukhari sahib.

سینیٹر سید سجاد حسین بخاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! یہ ان کا ایک فلسفہ ہے جو اس مکتبہ فکر کے حامی ہیں کہ اس ملک کے اندر کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، کسی کو اپنے حقوق مانگنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، کسی کو یہ پوچھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ کون کتنا کما رہا ہے اور کہاں پر سے کر جا رہا ہے۔ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اس ملک میں آزاد گھومیں، آزاد پھریں اور کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے لیکن جیسے پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ پاکستان کا آئین اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ یہاں پر speech کی freedomہونی چاہیے، یونین سازی کی freedomہونی چاہیے۔ ہم نے ماضی میں دیکھا ہے جس دور کی یہ بات کر رہے ہیں، اس میں اداروں نے flourishبھی کیا ہے۔ اگر یہ چند مثالیں یونین صحیح استعمال نہ ہونے کی دے رہے ہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ جب تمام ورکر کسی ادارے میں، یا تمام لوگ ایک قوم کی حیثیت سے ملکی امور میں مل کر اپنی صلاحیتیں شامل کرتے ہیں تو اس کے نتائج اور نکلتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ آج دنیا کے 95% ممالک میں جمہوری نظام successfully چل رہا ہے۔ میں بڑا حیران ہوں کہ اکیسویں صدی میں ہمارے اس ایوان میں یہ بات ہو رہی ہے کہ لوگوں کو اپنے حقوق مانگنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ ایک حیران کن بات ہے بلکہ اذیت ناک بات ہے کہ اس دور میں جب دنیا آزادی کی طرف جا رہی ہے، وہاں پر ہمارے parliamentarians لوگوں کے گلے دبانے کی بات کر رہے ہیں، ان کی آواز دبانے کی بات کر رہے ہیں۔ جناب والا! ہم پورے طور سے اس بات کے حق میں ہیں کہ اس ملک میں یونین سازی ہونی چاہیے۔ ہم اس پر ہر قسم کے ban کی مذمت کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے کہ یہاں پر کوئی کسی کا گلا نہیں دبا رہا ہے۔

جناب تھہیم صاحب۔

ایک معزز رکن : جناب والا! یہ کون سی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ .

جناب ڈپٹی چیئرمین : جو ان کی پارٹی ہے' وہ اسی کے ہیں۔ آپ تھہیم صاحب بولیں۔ Do not disturb.

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم، انہوں نے کیا کہا کہ کس پارٹی سے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔ میں نے اس کا ٹھیک ٹھاک جواب دے دیا ہے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم، آپ نے صحیح جواب دے دیا ہے۔ جناب والا! یونین سازی کا حق Constitution میں موجود ہے۔ یہ ہونی بھی چاہیے کیونکہ workers country کے assets ہوتے ہیں مگر ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ یونین سازی مختلف حالات میں misuse ہوئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بنک کا ایک کلرک کروڑ پتی ہو گیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک یونین کے عہدیدار نے بنک کے ایک president کے کپڑے اتارے اور اسے ننگا کر کے پھینک دیا۔ اس کی یہ فوٹو اخبار میں چھپی تھی۔ جناب والا! یہ کون سی یونین سازی ہے؟ یونین سازی ضرور ہونی چاہیے مگر within the laws and limits ہونی چاہیے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ یہاں کی یونین نے اسے misuse کیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ P.I.A. خسارے میں رہی ہے جب کہ world کی کوئی Airline خسارے میں نہیں رہی ہے۔ پاکستان ریلوے خسارے میں رہی ہے جب کہ world میں کوئی ریلوے خسارے میں نہیں رہی ہے۔ اس لئے اس بات پر بھی سوچنا چاہیے کہ یونین سازی misuse نہ ہو۔ ملک کی industrial policy کو بھی دیکھنا چاہیے کہ اس کے اس پر کیا effects ہو رہے ہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ یونین کے workers کے ساتھ زیادتی نہ ہو' یہ صحیح ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے تاہم اگر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو اس کے ازالے کے لئے N.I.R.C ایک ادارہ ہے۔ وہاں پر ان کے cases دائر ہوتے ہیں۔ اگر labourers کے حقوق پامال ہوتے ہیں تو وہ اس کے خلاف

عدالت میں جا سکتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی عدالت ہے۔ یہ عدالتیں سارے پاکستان میں ہیں۔ مزدور وہاں اپنی شکایات لے کر جاتے ہیں اور جاتے رہے ہیں۔ وہاں cases دائر ہیں اور ان کی شکایات کا ازالہ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ رکھ کر جائزہ لینا چاہیے۔ یونین سازی misuse ہوئی ہے، اس نے ملک کی industry کو تباہ کر دیا ہے اور اپنی organizations کو تباہ کر دیا ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ ثنا اللہ بلوچ صاحب۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ : شکریہ۔ جناب چیئرمین! ہم محترم رضا ربانی صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں مزدوروں, unionists اور محنت کشوں کی بات کی ہے۔ ان کی اس وقت جس طرح سے اس نام نہاد جمہوری معاشرے میں زبان بندی کی گئی ہے، اس کے متعلق انہوں نے یہاں ایک قرار داد پیش کی ہے۔ اس لئے ہم سب سے پہلے اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں کیونکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کی آئینی حیثیت دیکھی جائے تو Constitution کے Article 11 کی سب سے پہلے حکومت خلاف ورزی کر رہی ہے۔ اس کے تحت freedom of speech یا اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے۔ اظہار رائے کی آزادی کسی محنت کش، دہقان، مزدور اور کسان کو اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب وہ اپنے لئے یونین سازی کرے۔ اپنے مسائل کو اٹھانے کے لئے کوئی plate form بنائے۔ یہ چاہے government sector میں ہو یا private sector میں، یونین کے forum سے ہی اپنے مسائل حکام بالا تک پہنچا سکتا ہے۔ جناب والا! ہم Constitution کی بات تو کرتے ہیں لیکن اگر 1973 کے Constitution کو اٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہم اس کے ایک ایک article کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر دیکھا جائے تو Constitution کے Article 70 کے تحت پاکستان کا ہر شہری، چاہے وہ private sector یا government sector میں کسی قسم کی ملازمت کرتا ہے تو اسے freedom of association کا حق ہے، اسے association, انجمن یا یونین سازی کا حق حاصل ہے۔ یہ حق طلبا کو بھی حاصل ہے، مزدور کو بھی حاصل ہے اور یہ حق محنت کش کو بھی حاصل ہے۔

جناب والا! حکومت ایک طرف تو یہ کہتی ہے کہ ہمارے ہاں بڑی اچھی modernization ہو رہی ہے۔ ہمارے ہاں جمہوری ادارے مستحکم ہو گئے ہیں لیکن دوسری جانب ملک کا سب سے اہم طبقہ جو ملک کی معیشت میں، ملک کی ترقی میں، ملک کی صنعتی رفتار میں روز بروز اضافہ کر رہا ہے اس کی اپنی زبان پر تالے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے منہ اور ان کے ہاتھ روکے جا رہے ہیں کہ وہ یونین سازی کریں۔ لہذا جناب والا! حکومت اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔ اکیسویں صدی میں یہ دوغلا پن پاکستان کے اندر نہیں چل سکتا۔ آپ کو آئین کے آرٹیکل ۱۷ کے تحت freedom of association کے rights کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر آپ اس right کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ سب مل کر آرٹیکل ۱۷ کے تحت جو freedom of association ہے وہ ختم کر دیں، ہم سب اپنی زبانوں پر تالا بندی کو تسلیم کر لیں گے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Anybody from this side? Dar sahib, would you talk on the same subject?

Senator Muhammad Ishaque Dar: Yes.

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا ڈار صاحب بول لیں پھر اس کے بعد wind up کر دیتے ہیں۔ جی رانجھا صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جہاں تک یہ resolution ہے، میں صرف یہ point out کرنا چاہوں گا کہ بار بار Article 17 کا ذکر آیا ہے۔ ہم اس Article کو شاید پڑھتے بھی ہیں، اگر پڑھتے ہیں تو اس کو سمجھتے نہیں ہیں یا کوشش نہیں کرتے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ یہ صرف دو لائنیں ہیں، پڑھ دیتا ہوں۔

"Every citizen shall have the right to form associations or unions, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of [Sovereignty or Integrity of Pakistan Public Order or Morality]". This is totally covered by IRO 1969.

اگر کسی کو اس کے اوپر اعتراض ہے تو میں request کروں گا کہ اس IRO میں کوئی ترمیم

تجویز کریں۔ جہاں تک آئین کی بات ہے۔تو آئین میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کہیں اس سے متصادم ہے ۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ بذریعہ قانون restrictions impose ہوسکتی ہیں ۔ اس کے لیے ایک مجوزہ قانون ہے اور اس میں ترمیم کیا ہوئی ہے کہ اس کی appeal اب High Court میں جاتی ہے اور میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ بڑا اچھا resolution ہے لیکن اس کو ایک ضابطے میں لا کر قانون کی ترمیم پیش کریں، یقیناً اس پر بحث ہوسکتی ہے۔ شکریہ۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Dar sahib, the last speaker.

دیکھیں!! اگر یہ ہے تو پھر یہی چلتی رہے گی۔

Wasim sahib, are you going to respond because there is no Minister?

سینیٹر وسیم سجاد: جی۔

Mr. Deputy Chairman: You will. O.K, Dar sahib.

Senator Muhammad Ishaque Dar: Mr. Chairman, thank you very much. Sir, without repeating, you know what have been said, Constitutional arguments have been advanced as well as other detail has been given by my colleagues. I would just like to highlight two things sir, on the basis of which the resolution has been opposed. No. 1, honourable Senator has indicated the exact wording of the Constitution. Sir, every citizen shall have the right to form associations or unions, subject to any reasonable restrictions. I will not repeat that, it doesn't mean to just eliminate or ban the unions.

Restrictions ہوسکتی ہیں اور اس کو بڑا clarify کیا ہوا ہے۔ Imposed by law in the interest of sovereignty or integrity of Pakistan public order or morality,

یہ fine, so, defined ہے۔ that means unions have to be there. These should not be banned, but they can be regulated. اور regulations کن areas میں ہو

سکتی ہیں اس کو بھی define کر دیا گیا ہے۔ دوسرا جو oppose کرنے کا ایک اور معزز سینیٹر نے کہا، انہوں نے فرمایا کہ جناب! یہ unions سیاسی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی رہی ہیں۔ Sir, two wrongs not make one right. اگر unions کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے جو کہ ایک بری بات ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ unions کو ban کر دیا جائے۔

The government should find solutions and here is Article 17. They can use this restriction اور اس کے under وہ جس طرح بھی ان کو regulate کرنا چاہیں within the parameter defined in the Constitution, they can do that. Sir, the arguments advanced to oppose the resolution, I think, in my humble opinion are not valid and the resolution, I would request should be referred to the Committee for further consideration.

بہت شکریہ جی۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. Anybody from this side? Mohim Khan.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: یقینی طور پر trade unions میں نچلا مزدور طبقہ آتا ہے۔ ہم اپنے آئین کے حوالے سے یا اقوام متحدہ کے چارٹر کے حوالے سے دیکھیں تو ہر ایک کو شہری حقوق ملنے چاہیئں۔ ہم اپنے آئین کے حوالے سے، اقوام متحدہ کے چارٹر کے حوالے سے اور human rights کے حوالے سے دیکھیں تو ہر ایک شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حقوق کا تحفظ کرے۔ یقینی طور پر تمام اداروں میں ہر ایک کو اپنی محنت اور مشقت کے معاوضے کے حوالے سے یا دوسرے allowances کے دفاع کے حوالے سے حق ہے کہ وہ یونین سازی کرے اور یونین بنائے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری سیاسی پارٹیوں میں سیاسی کلچر نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اپنے labour wing کو سیاسی پارٹی کے جو موقف ہوتے ہیں، ہم نے ان کو front line میں لا کر ان کے دائرے سے نکالا ہے۔ آج جیسے PIA میں ban ہے، میرے خیال میں یہ ban نہیں ہونا چاہیئے، trade union ہونی چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ

ماضی میں جو کردار ہے جس کی وجہ سے اس وقت کی حکومت کو یا آج کی حکومت کو حالات کی وجہ سے فیصلہ کرنا پڑا کہ اس activity کر روکا جائے۔ میں اب بھی سمجھتا ہوں کہ ban کو ضرور ہٹایا جانا چاہیے لیکن اس چیز کو صحت مند بنانے کے لیے، ایک مثبت ادارہ بنانے کے لیے، ایک اچھی trade union بنانے کے لیے قانون سازی کی بھی ضرورت ہے کہ ہم ایسی قانون سازی کریں کہ جس کی وجہ سے یہ اپنے دائرے میں رہ کر اپنی trade union کی activities میں حصہ لے تاکہ وہ اپنے دائرے میں رہ کر اپنے حقوق کا تحفظ کریں۔

اس لیے ایوان سے میرا مطالبہ ہے کہ اس Resolution کو standing committee کے حوالے کیا جائے اور committee اس پر سوچے اور اپنی report بعد میں سینیٹ میں پیش کرے پھر یہ ایوان اپنی رائے دے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

دیکھئے اس میں صبح ہی ہو جائے گی۔ اب wind up کریں ۔ بہت ہو گیا، بلیدی صاحب بہت ہو گیا۔ اگلے والے پر بول لیں۔ Even رضا خان بھی کہہ رہے ہیں کہ بہت ہو گیا۔

Senator Wasim Sajjad: Let us wind up this debate sir. Sir, I think, the issue raised by Senator Raza Rabbani is an important matter because it affects an important section of our society. A section that we all honour and respect because they are the back bone of the economy of Pakistan. Workers sir, it is because of the workers that the factories are running. It is because of the workers that our planes are flying. It is because of the workers that Pakistan is exporting its cotton abroad and sending its textiles and garments abroad.

So, we all have honour and respect for this community and to say that the Pakistan Muslim League in anyway oppose to them is absolutely incorrect because Pakistan Muslim League will always support any action,

any legislation that will be for the welfare of the workers community.

The question is what is for their welfare? Now, Mr. Raza Rabbani has pointed out to some state organizations that PIA, Railways, WAPDA etc. in which union activities have been restricted which means that union activities by and large in the entire country where the employers are private employers and the workers working in private factories, that union activity has not been restricted and the reason for that is why do we have unions because it is felt that collectively the workers can negotiate that term from a position of strength and that individual worker will not be able to protect his rights.

This doctrine does not necessarily apply to state industries because state industries have their own problems and I must made it clear that despite the fact that restrictions are placed on unions in certain industries, there wages have been increased from time to time and there is no demand anywhere today that any unfair treatment has been given in respect of wages to some industries and not to others. Whenever the wages of people in the government have been raised, wages in the state run industries have also been raised.

Sir, the objection that there has been ever total ban, that is factually incorrect. Then sir, Mr. Raza Rabbani has pointed to certain legislation. He says that IRO 2002 has been passed which imposed some restrictions. He has also said that some restrictions have been imposed whereby 25% outsiders are not allowed to come into the industry. Now, as far as the 25% outsiders are concerned, our experience has been that when

other people from outside come and start participating in the trade union activities of a different organization, then it becomes a professional trade union run factories and the workers interest get eclipse and those people try to exploit the workers but because it is an issue on which I think, we need to have a more mature and detailed guidance and consideration, I accept the suggestion by Mr. Ishaq Dar that let this matter be referred to the Committee. Mr. Raza Rabbani should be allowed to appear and present his point of view before the Committee and let the Committee give recommendations after considering all points of view, if any legislative changes are needed, if certain recommendations are to be made to the government because this is a very valuable section of society and we all need to protect their interest and whatever is in their best interest, I am sure the House Committee will make appropriate recommendations. So, if Mr. Raza Rabbani agrees, let this matter go to the Committee.

Senator Mian Raza Rabbani: Mr. Chairman, I have no objection if the matter referred to the Standing Committee and with the caveat that I would be allowed to attend as an observer and to present my point of view.

RESOLUTION RE: ESTABLISHMENT OF A SEPARATE TV CHANNEL FOR ISLAMIC EDUCATION PROGRAMMES.

Mr. Deputy Chairman: Is that the sense of the House that this matter be referred to the Committee. Ok, it stands referred to the Committee. We go to item No. 3 which is a resolution that stands, in the

name of Professor Khurshid Ahmed moved on 19th of January, 2004.

"That the House recommends that the government should launch a separate T.V. channel for Islamic Educational Programmes so that Islam could be propagated all over the World as a religion of peace and harmony".

Professor Sahib is not here but our other professor is quite ready to move the motion and luckily we have the Minister also here. Professor Ghafoor Sahib, would you like to start.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد : جناب چیئرمین! پروفیسر خورشید صاحب چونکہ پاکستان میں موجود نہیں ہیں، میں ان کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کوئی غیرمعروف مذہب نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں یا اکثریت میں نہ ہوں اور ہزاروں سال سے وہ ایک گروہ پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سب اس بات کے معترف تھے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو صلح، امن و آشتی کا ہے، محبت کا ہے، بھائی چارے کا ہے اور لوگوں کو ان کے حقوق دینے کا ہے، انصاف کا اور عدل کا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے---

Mr. Deputy Chairman: Please pay attention to the House.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد : لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ 9/11 کے بعد کی صورتحال یہ ہے کہ دنیا میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور اسلام غالباً دہشت گردی کا سبق دیتا ہے۔ آج امریکہ اور اس کے حلیف ممالک میڈیا کے ذریعے پوری دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جہاں بھی دہشت گردی ہوتی ہے اس کی پشت پر مسلمان ہیں۔ جناب چیئرمین! ابھی حال ہی میں آپ نے دیکھا ہے کہ امریکہ نے یہ احکامات دئیے ہیں کہ جہاں بھی مسلمان بستے ہیں ان کے گھروں میں جاؤ، ان کے دفاتر میں جاؤ، سڑکوں پر ان سے پوچھو کہ کیا وہ کبھی جنوبی وزیرستان گئے تھے، کیا وہ قبائلی علاقے کے کسی آدمی سے واقف

ہیں، کیا ان کے ساتھ کوئی خط و کتابت ہے؟ امریکہ اور اس کے حواری یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اور 9/11 کے جو افسوسناک واقعات امریکہ میں ہوئے تھے اس کی تمام تر ذمہ داری بھی وہ مسلمانوں پر ڈال رہے ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ پروفیسر خورشید صاحب کی یہ تحریک بڑی مناسب ہے کہ پاکستان ٹیلیویژن کا ایک علیحدہ چینل ہو جو اسلام کو اس کے صحیح prospective میں پاکستانیوں کے سامنے اور دنیا کے سامنے پیش کرے کہ اگر آج اسلام کو دہشت گرد یا مسلمان کو terrorist قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے تو یہ بالکل غیرمناسب ہے، حقائق کے خلاف ہے۔ مسلمان ان سے کبھی مرعوب نہیں ہوتا اورمسلمان پوری دنیا میں امن، صلح و آشتی اور عدل و انصاف کے حامی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر آج پوری دنیا کے channels ہمارے خلاف لگے ہوئے ہیں تو پاکستان کا چینل اس کا سدباب کرسکتا ہے اور اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرسکتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ۔ کوئی اس طرف سے بولنا چاہتا ہے۔ اکرم صاحب۔

سینیٹر اکرم ولی محمد ، شکریہ جناب چیئرمین! بلاشبہ اسلامک ایجوکیشن اور اسلام کو promote کرنے کے لئے میڈیا کا ایک اہم کردار ہوتا ہے اور ہم اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور ہرمسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس نقطہ نظر کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی ملک کے حوالے سے یہ ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی تائید کریں۔ اسلامی تعلیمات اور اسلام کو promote کرنے کے لئے ہمارے private channels بھرپور خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ضرورت صرف اس چیز کی ہے کہ بجائے مزید private channels لانے کے اس کی quality کو improve کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنے private channels آج کے زمانے میں اسلام اور اس کی تعلیمات کی خدمت کر رہے ہیں، شاید پہلے کبھی نہیں ہو ئی تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک programme کی quality پر تھوڑی سی توجہ کم رہی ہے۔ آپ channels تو بناتے چلے جائیں لیکن اس سے کوئی مقصد پورا نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ پروفیسر خورشید صاحب نے جو resolution introduce

کی ہے، وہ بہت اہم ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ quality کی طرف توجہ دی جائے بجائے channels کی quantity کے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے کہنے کا موقع دیا اور میں اس کی صرف اس حد تک تائید کروں گا، جہاں تک quality کا تعلق ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. Dr. Murad Ali sahib.

سینیٹر سید مراد علی شاہ ، مہربانی جناب چیئرمین صاحب۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے، پاکستان واحد ملک ہے جس کا نظریہ پہلے آیا اور جغرافیہ بعد میں بنا۔ ہمارا culture قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قرار دیا تھا کہ ہمارا culture ہندوؤں سے اور باقی قوموں سے علیحدہ ہے۔ ہمارے media کا یہ فرض بنتا تھا کہ وہ اس کو فروغ دیتے، اس کو آگے بڑھاتے لیکن اس کی بجائے یہاں پر جو culture بڑھایا جا رہا ہے، وہ ایک مختلف قسم کا ہے۔ اس کا اس ideology کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ایک علیحدہ چیز بنائی جا رہی ہے اور جو صحیح ideology تھی، اس پر انتہا پسندی کی مہر لگا کر، اس کو دبایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ واحد چیز نہیں ہے، یہ حکومت جب سے آئی ہے، اپنا ideal خود مشرف صاحب نے بتایا ہے، وہ کمال اتاترک تھا جس کی اس وقت ترکی میں کوئی حیثیت نہیں رہی۔ اس طرح ہمارے نصاب کو چھیڑا گیا ہے، secularisation as loss of identity کی طرف بڑھا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ، TV channels کی بات ہو رہی ہے، let us not go every way, اب آپ نصاب بھی لا رہے ہیں، وہ بھی لا رہے ہیں، آپ TV channels پر ٹھہریں۔ آپ please بیٹھیں، I can handle it, I can tell him , آپ بیٹھ جائیں۔ دیکھیں! آپ اپنے channel میں رہیں اور کچھ کریں۔

سینیٹر سید مراد علی شاہ، میں بتا رہا ہوں کہ اس وقت جو حکومت ہے اور جس طرف جا رہی ہے، اس سے یہ توقع کرنا کہ وہ media کو ٹھیک کر دے گی، تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے ہم بولتے رہیں گے، چیختے رہیں گے۔ نشتند، گفتند، برخاستند۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہونا۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you, Ranjha sahib.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا، میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے بلکہ میں تائید میں حوالہ دوں گا' آئین کی دفعہ 31 میں لکھا ہے:-

31. (1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah.

(2) The State endeavour , as respects the Muslims of Pakistan,_

(a) to make the teaching of the the Holy Quran and Islamiat compulsory to encourage and facilitate the learning of Arabic language and to secure the correct and exact printing and publishing of the Holy Quran.

یہ principles of policy ہیں - اس میں یقیناً as it is جتنے بھی TV channels ہیں' PTV ہے یا جو بھی سرکاری channels ہیں' سب قرآن مجید کی اشاعت کے لئے' لوگوں کو سنانے کے لئے موزوں وقت دے رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کافی نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو موجودہ channels ہیں' ان کو regulate کیا جائے کہ وہ کتنا وقت اور دے سکتے ہیں اور یہ بھی دیکھا جائے کہ یہ جو resolution ہے' کتنی اچھی ہے' اس کے کوئی financial implications ہیں یا نہیں ہیں۔ اس پر غور ہونا چاہیے اگر یہ feasible ہو تو اس کو adopt کرنا چاہیے۔ Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین، بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جناب چیئرمین! یہ بہت اہم مطالبہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے متعلقہ وزیر اس کو oppose نہیں کریں گے اور وہ خود ماشاء اللہ اس معاملے میں پیش پیش ہیں۔ یہ ہماری طرف سے مطالبہ تھا اور اُس طرف سے بھی' آج انشاء اللہ متفقہ اعلان کریں گے کہ علیحدہ ٹی وی چینل اسلامی تعلیمات کے لئے ہو گا۔

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اور جو انتہاء پسندی کے اور دیگر مختلف قسم کے پروپیگنڈے مغربی میڈیا کی طرف سے وقتاً فوقتاً آتے ہیں تو ہمارے سکالرز' مدبروں اور اس ضمن میں qualified لوگوں کو موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ مغرب کو بتا سکیں کہ مغرب نے اسلام کے خلاف جو تاثرات قائم کئے یہ بالکل غلط ہیں۔ یہ چونکہ اسلامی ملک ہے اس لئے اس کا مقدر اسلامی نظام میں ہی ہے ۔ یہ ملک لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے اصول پر قائم ہوا اور یہاں اسلامی نظام نافذ ہوگا لیکن بدقسمتی سے آج تک اسلام کاغذوں میں ہے۔ اس کی implementation نہیں ہو رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو پہلے ہی کرنا چاہیے تھا۔ میں اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ ایوان میں کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ اس کا separate channel ہونا چاہیے۔میڈیا کو باقاعدہ پوری آزادی ہونی چاہیے کہ مغرب کی طرف سے جو غلط بات شائع ہوتی ہے اس کی وضاحت کے لئے ہمیں موقع دیا جانا چاہیے تاکہ ان کے اثرات کو زائل کیا جائے ۔ مغرب کے لوگ ضد نہیں کرتے اور نہ ہی انانیت کی بات کرتے ہیں ' ان کو کوئی convince کرنے والا ہو تو وہ فوری طور پر اس کو مان لیتے ہیں ۔ اس لئے جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اکرم صاحب ' رانجھا صاحب اور treasury benches کی طرف سے بھی ہماری حمایت کی گئی ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کو باقاعدہ recommend کیا جائے ۔ شیخ صاحب! آج ہمت کرکے علیحدہ چینل کا اعلان کریں ۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ بلیدی صاحب ۔ سرور کاکڑ صاحب ۔

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ۔ جہاں تک اسلام کو چینل پر لانے کے لئے ہے میں اپنے مولوی صاحبان سے کہوں گا کہ جب ٹیلی ویژن پہلی دفعہ پاکستان میں آیا تو انہوں نے کہا کہ ٹیلیوژن دیکھنا کفر ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اب مولانا صاحبان اس بات پر آگئے ہیں کہ ٹیلی ویژن بھی اسلام پھیلانے کے لئے ذریعہ بن گیا ہے ۔ آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ افغانستان میں ٹیلی وژن کو پھانسی دی گئی تھی۔ یہ ابھی تین چار سال کی بات ہے کہ افغانستان میں کابل اور ہر جگہ ٹیلیویژنوں کو کھلے عام پھانسی دی جا رہی تھی ۔ بات یہ ہے کہ ہمارے مولوی صاحبان کی عجیب باتیں ہیں۔ کبھی

کسی کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور کسی وقت اس کو اچھا سمجھتے ہیں ۔ مجھے ڈر ہے کہ مولوی صاحبان اس چینل کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں ۔ اسلام ہم سب کا دین ہے ------

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلیدی صاحب ! آپ بیٹھ جائیں ۔ انہوں نے آپ کی بات سنی ہے، اب آپ بھی ان کی سنیں۔ جی کاکڑ صاحب۔

سینیٹر محمد سرور خان کاکڑ: جناب والا! ہم سب مسلمان ہیں ۔ اسلام سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ لیکن اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو دہشت گردی ہے، جو انتہا پسندی ہے اور جو ہماری social خرابیاں ہیں، ان کو اجاگر کرنا چاہیے ۔ اسلام ہر آدمی کے دل میں ہے ۔ ہر آدمی اگر اسلام کو جانتا اور سمجھتا ہے تو پہلے اسے اپنے آپ پر لاگو کرے اور اس پر عمل کرے پھر دوسروں کے سامنے نمونہ پیش کرے۔ ہم نمونہ پیش کرنے کی بجائے شور شرابے پر زیادہ زور دیتے ہیں ۔ اسلام تحمل، سوچ اور فکر کا نظام ہے ۔اسلام عمل کا ایک نظام ہے ، ایک سوچ کا نظام ہے ، ایک فکر ہے ، اللہ تعالیٰ کا دین ہے ۔ اس کو ٹیلی ویژن پر لانا یا پیش کرنا معاشرے سے سوشل خرابیاں دور کیے بغیر------ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کی جو سوشل خرابیاں ہیں، رشوت ، کرپشن ، انتہا پسندی، دہشت گردی ، نااتفاقی ، صوبائیت ، فرقہ واریت ، بہت سی چیزیں ہیں، آئیے ہم سب ان کے خاتمے کے لیے ایک ایسا channel بنائیں اور ان کے خاتمے کے لیے کام کریں۔ اسلام تو اللہ کا دین ہے، اللہ ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے ، کسی channel سے اسلام کی حفاظت نہیں ہوسکتی۔ جناب والا! جو قرارداد پیش کی گئی ہے یہ positive سوچ کی حامل نہیں ہے، لہذا میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: لیاقت بنگزئی صاحب۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین صاحب! شکریہ۔ جیسا کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے آج کی قرارداد کے حوالے سے فرمایا ہے کہ

"the House recommends that the government should launch a separate

TV channel for Islamic educational programmes so that Islam could be propagated all over the world as a religion of peace and harmony."

جناب چیئرمین! رانجھا صاحب نے بڑی اچھی اور خوبصورت بات کی اور بالکل to the point آئین کے حوالے سے انہوں نے بات کی، میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ Article-31 کے reference کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی جمہوریہ مملکت پاکستان کا یہ آئینی اور دستوری فریضہ بنتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق تمام پروگراموں کے ذریعے خواہ وہ ٹی وی کے ہوں، خواہ رسل رسائل کے ہوں، خواہ وہ electronic media ہو یا print media ہو، قوم کے سامنے اسلامی نظریئے کو فروغ دے چہ جائیکہ آج کل جو مادر پدر آزاد TV channels کھلے ہوئے ہیں۔ میں اسے ایک اسلامی مملکت کے حوالے سے اچھی پالیسی نہیں سمجھتا، یہ secular friendly policy ہوسکتی ہے، اسلامی پالیسی نہیں ہوسکتی۔

جناب چیئرمین! میں فاضل وزیر اطلاعات و نشریات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب وہ لائسنس جاری کرتے ہیں تو terms & conditions کو مشتہر کریں کہ ان terms & conditions کے تحت ہم لائسنس جاری کر رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جتنے channel کام کر رہے ہیں وہ ان terms and conditions کی violation کر رہے ہیں۔ میں ایک ایک channel کے بارے میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے قوم کے سامنے اپنی پالیسیاں بنا کے اور خصوصاً Prime Time میں جو کہ نو بجے سے گیارہ بجے تک ہوتا ہے-----

جناب ڈپٹی چیئرمین: ذرا wind up کریں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی: میری وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ان private channels کو فحاشی اور عریانی پھیلانے کا ذریعہ نہ بننے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ اپنے channel کی بات کریں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی: جناب والا! میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں اور جناب شیخ صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ فوری طور پر قومی سطح پر اسلامی channel جاری کرنے کے احکامات issue کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، جناب نثار اے میمن۔

سینیٹر نثار احمد میمن، جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں اس ایوان میں کسی کو اس چیز سے اختلاف نہیں ہوگا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور پاکستان میں دینی تعلیم کو بڑھانا چاہیے اور خاص طور پر دنیا میں ہمیں peace اور harmony کا image دینا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ صدر محترم نے enlightened moderation کی جو بات کی ہے یہ وہی چیز ہے جو harmony and peace کو بڑھانے کے لیے ہے اور یہ دنیا کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں آپ clearly دیکھیں کہ پروفیسر خورشید صاحب نے اسے move کیا جو ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ اس چیز پر ان کا emphasis یہی ہے کہ اسے دنیا تک پھیلانا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں اسے پھیلانے کے لیے اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ پاکستان کا وہ image بہتر ہو جو اس حد تک دنیا میں صحیح نہیں رہا ہے، اب حکومت کی کوششوں کی وجہ سے بہتر ہو رہا ہے، اس کی طرف توجہ دی جائے۔ پاکستان حکومت نے terrorism کے خلاف محاذ بنایا ہے۔ اس میں پروفیسر غفور صاحب، پروفیسر خورشید اور خاص طور پر ہمارے MMA کے دوستوں کو چاہیے کہ اس image کو بہتر بنانے کے لیے وہ آگے آئیں اور حکومت کے ان اقدامات کی support کریں جس سے پاکستان کا image دنیا میں بہتر ہو۔

جناب! جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے وہ میرے خیال میں ہو رہی ہے۔ اگر پاکستان TV channels کو دیکھیں تو قران ٹی وی بھی ہے اور ہر طرح کی تعلیم ہو رہی ہے۔ خاص طور پر یہ کہنا کہ government should launch a separate TV channel تو اس ضمن میں ایک فیصلہ کیا گیا جس کو قوم نے سراہا ہے اور یہ فیصلہ صدر پرویز مشرف کی حکومت میں ہوا۔ ہمارے وزیر اطلاعات شیخ رشید صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے اس کو تیزی سے آگے بڑھایا ہے۔ بہت سارے private channels آگئے ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ حکومت ایک channel بڑھائے، میرے خیال میں صرف حکومت نہیں بلکہ پورا معاشرہ اس طرف جا رہا ہے۔ جہاں تک Islamic education کا تعلق ہے وہ ہو رہی ہے۔ میں اس لحاظ سے اس قرار داد کی support نہیں کر رہا کہ ایک separate TV Pakistan حکومت launch کرے، یہ نہیں ہونا

چاہیے۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس کو واپس لے لیں' یہ چیزیں ہو رہی ہیں اور وہ آگے بڑھ کر حکومت پاکستان کی support کریں تاکہ world میں image بہتر ہو جائے اور ہمارے ٹیلیویژن کے programmes میں آئیں اور یہ Committee میں بھی آ سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ میمن صاحب۔ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس: شکریہ۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ ہمارے ایک فاضل رکن نے یہ بیان کیا کہ آئین کی رو سے بھی یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہمارا media, in principle or policy اسلام اور اس کی تعلیمات کو follow کرے جو زندگی گزارنے کے بارے میں ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناتے بھی ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ان کا دین کو پھیلانے کا مشن ہم سب لے کر چلیں۔ اس مشن کو پھیلانے کے دو طریقے ہیں' ایک تو یہ کہ ہم اپنا عمل درست کرتے اور عمل کے ذریعے اس دین کا ابلاغ کرنے والے بنتے۔ دوسرا یہ ہے کہ ہم زبان سے' تقریر سے' کتاب سے اس دین کو پھیلانے والے بنتے۔ اس کے لیے ہمارا بہترین ذریعہ میڈیا یا ٹی وی چینل ہے۔ تیسرا اس ابلاغ یا دین کو پھیلانے کی جو اس وقت انتہائی زیادہ ضرورت ہے' وہ اس لئے ہے کہ اسلام کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلائے جا رہے ہیں ان کا کوئی شافی جواب دینے کا انتظام کیا جائے۔ میں مثال دینا چاہوں گی جیسے عورت کو اس وقت آدھی عورت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو وراثت میں یعنی بیٹی کو حصہ آدھا ملتا ہے۔ اس کی ایک توجیہہ ہے' ایک logic ہے کہ اسلام کا ایک معاشی نظام ہے جس میں عورت پر کفالت نہیں ہے' مرد کے ذمے ہے۔ اس لیے اس کا آدھا حصہ' اس پورے نظام کا ایک حصہ ہے مگر جب اس کو صرف in piecemeal لیا جاتا ہے تو یہ ایک propaganda کی شکل بنتی ہے کہ اسلام عورتوں کے ساتھ شاید امتیازی سلوک کرتا ہے یا دوسرا حصہ جیسے کہ یہاں پر اشارہ کیا گیا کہ انتہا پسندی کا درس دیتا ہے اور اسلام پر عمل کو ایک انتہا پسندی بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ دہشت گردی اور جہاد کو کوئی اور شکل دی جا رہی ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسا موثر ذریعہ نہیں ہے جو اچھے طریقے سے اس کی وضاحت کرے۔ ہم سب اپنے اپنے طور پر' تھوڑی بہت اس پر بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر کوئی

separate channel ہو جو مغرب کے اٹھائے گئے ان شکوک و شبہات کا ازالہ علمی طریقے اور دلیل کے ذریعے کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے------

(اس مرحلے پر ایوان میں مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی)

جناب ڈپٹی چیئرمین، ڈاکٹر صاحبہ! اگر آپ دو منٹ میں اسے conclude کر دیں تو پھر میں adjourn کردوں گا کیونکہ نماز کا وقت ہے یا آپ نے لمبا بولنا ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب چیئرمین! تین، چار منٹ لگیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، نہیں، پروفیسر صاحب ابھی سے بڑے غصے سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، جناب! پھر میں بعد میں بات کر لوں گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، تو پھر نماز کے بعد continue کر لیں۔

The House is adjourned for Maghrib prayers to meet again at 7.50 p.m. but please come at 7.50 P.M.

(The House was then adjourned for Maghrib prayers, to meet again at 7.50 P.M.)

(اجلاس نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب ڈپٹی چیئرمین (جناب خلیل الرحمٰن) کی زیر صدارت دوبارہ شروع ہوا)

جناب ڈپٹی چیئرمین، جی ڈاکٹر صاحبہ! آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے تین منٹ ہیں، فرمائیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! میں یہ بات کر رہی تھی کہ ہمارے متعلق internationally جو ایک غلط تاثر بن رہا ہے، اس کی درستگی کے لئے ہمیں ایک الگ media channel کی ضرورت ہے۔ اس میں، میں تیسری بات یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ

اس وقت یہ بھی ایک بات ہے کہ clash of civilization ہے ' cultural war ہے ' اس clash of civilization میں ہمیں اپنی اقدار اور اپنی تہذیب کا تحفظ کرنا ہے اور اس کے لئے بھی ہمیں لوگوں کو آگہی دینی ہے کہ ہماری تہذیب کیا ہے۔ جناب! اس کے ساتھ میں کہنا چاہوں گی کہ یہ تو عالمی سطح کی بات ہے۔ خود ہمارے ملک کے اندر اسلام کے متعلق بڑے misconcepts ہیں' ان سب کو بھی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسے قرآن سے شادی کا اسلام میں کہیں ذکر نہیں ہے مگر ہمارے معاشرے کی یہ ایک حقیقت ہے جس کو دور کرنے کی ضرورت ہے اور یہ اس media کے ذریعے سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو تعلیم کی بات ہے اور میں اس سے agree کرتی ہوں کہ قرآن TV اور بہت سارے ایسے channels اور خود ہمارے PTV پر بہت سارا وقت اس کو دیا جاتا ہے کہ قرآن پاک کی تجوید سکھائی جاتی ہے اور ترجمہ بتایا جاتا ہے' تفسیر بھی بتائی جاتی ہے۔ اس سلسلے کے اور بھی programmes ہیں' یہ بہت اچھی کوششیں ہیں' میں ان کو سراہتی ہوں لیکن میں اس کے ساتھ یہ اضافہ کرنا چاہوں گی کہ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ ہم تلاوت کرتے یا قرآن اپنے گھروں میں رکھ لیتے' یہ بھی نہیں ہے کہ ہم صرف ترجمہ پڑھ لیتے بلکہ یہ ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اور پوری زندگی کا جو نظام وہ دیتا ہے' اس کو ہم practice کریں۔ اس کے لئے بھی ہمیں media کو ہی استعمال کرنا ہے کہ اسلام کا نظام عبادات کس طرح سے ہمیں بھلائی کی طرف لاتا ہے اور کس طرح ہماری برائیاں دور کرتا ہے اور کیسے اس کے ہم پر مثبت اثرات ہوتے ہیں یا دوسری---

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس: جناب! تھوڑی سی اور بات ہے۔ معاشرت کا ہمارا نظام ہے جس میں ہمارا خاندان کا ادارہ ہے' جہاں نکاح کے ذریعے وہ اکائی وجود میں آتی ہے۔ وہاں پر بیوی کے کچھ حقوق ہیں' وہاں بیٹی کے حقوق ہیں' وہاں ماں کے حقوق ہیں لیکن ہم نے ان کو بھلایا ہوا ہے۔ یہ بھی ہمیں اپنے معاشرے کو یاد کرانے کی ضرورت ہے' تبھی وہ صحیح معاشرہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح معیشت ہے' ہم یہ تو بات کرتے ہیں کہ ہم بجٹ بنائیں لیکن اس میں جو سادگی کا ایک عنصر ہے' اسلام کی تعلیم جو قناعت ہے یا جو ایک تجارت ہے یا یہ والی جو قدریں

ہیں' اگر ان کو بھی ہم اس media کے ذریعے سے ترویج دیتے ہیں تو اسلام کی صحیح تصویر نظر آتی ہے۔ جناب! جو بہت ساری معاشرتی برائیاں ہیں یا بہت ساری بیماریاں ہیں یا چیزیں ہیں' ان کی اسلام کے اصولوں کے تحت اگر ہم ترویج کرتے ہیں جیسے preventive medecine ہے' اس میں طہارت اور صفائی کا تصور ہے' اگر ہم یہ والا درس دیتے ہیں یا norcotics کا استعمال ہے' شراب نوشی ہے' اسلام سے relate کر کے جب اس کی نفی کرتے ہیں تو ہم ان evils کو اپنے معاشرے سے دور کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس: میں یہ سمجھتی ہوں کہ اتنے vast system channels ہونے چاہئیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! آپ کا time ہو گیا ہے۔ کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: میری بہن نے اسلام سے اور اسلام سے متعلق بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ شکر الحمد للہ! پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ میں ان کی بات کو follow کروں گی کہ آج تک جتنا اسلام پھیلا ہے کیا کسی media کے ذریعے پھیلا ہے' electronic media سے یا print media سے پھیلا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات آج تک ہمارے دلوں میں محفوظ ہیں' انہوں نے اپنی عادات' اطوار سے یہ تمام باتیں ثابت کی ہیں۔ جہاں انہوں نے کبھی کسی سے وعدہ کیا تو اس وعدے پر دو دن وہیں پر کھڑے رہے' جس سے وعدہ کیا جب تک وہ نہیں آیا۔ کوئی خراب چیز اگر فروخت کر دی ہے تو خود جا کر اس کی نشاندہی کی کہ یہ چیز خراب تھی۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی media کی اتنی ضرورت نہیں ہے' جتنی ہمیں اپنے آپ کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ بہت سے programmes private channels سے ہو رہے ہیں' Q.TV ہے' GEO TV ہے' عالم آن لائن ہے ۔ پی ٹی وی میں تمام تفسیر اور قرآن کے متعلق احادیث بمعہ ترجمہ اور تفسیر کے نشر کی جاتی ہیں ۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جمعہ کے اجتماع میں لاؤڈ سپیکر استعمال ہوتا ہے اس کے استعمال کو بھی کچھ misuse کرتے ہیں۔ وہاں دین کے لئے کم اور دنیا کے لئے زیادہ استعمال کرتے ہیں ۔ اسی طرح جب اس سے پہلے الیکشن

تھے تو لوگ قرآن پاک ہمارے جیسے کئی لوگوں کے گھروں میں لے گئے اور کتاب ان کا نشان تھا۔ انہوں نے اس کا کہہ کر ووٹ مانگے اور کئی سادہ لوح لوگوں نے ووٹ بھی دیئے ۔ میرا خیال ہے اور ہمارے وزیر صاحب نے کہا تھا کہ کوئی تیس کے قریب نئے چینل شروع کر رہے ہیں ۔ اگر ان میں ایک ایک گھنٹہ بھی وہ اسلامی تعلیمات کے لئے رکھیں تو میرا خیال ہے دن میں تیس گھنٹے بنتے ہیں اورتیس گھنٹے اسلامی تعلیمات کے لئے بہت زیادہ ہیں اور بہتر طریقے سے اسلام کی تعلیمات کی نشرو اشاعت ہوسکتی ہے ۔ پی ٹی وی کے علاوہ جتنے بھی پرائیویٹ ٹی وی چینلز ہیں ان کو بھی پابند کیا جائے کہ آدھا آدھا گھنٹہ اسلامی پروگرام نشر کئے جائیں کیونکہ 9/11 کے بعد کچھ ایسا غلط اسلام کے بارے میں concept propagate کیا گیا ہے جس کا دور ہونا بھی بہت ضروری ہے ۔ اور میں شیخ رشید صاحب سے بھی درخواست کروں گی کہ جتنے بھی نئے چینل بن رہے ہیں وہ کوشش کریں کہ اسلامی تعلیمات کے لئے ایک ایک گھنٹہ کم از کم وقف کریں اور یہ پروفیسر خورشید صاحب کی ایک اچھی تجویز کی طرف نشاندہی ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا راحت حسین صاحب۔

سینیٹر مولانا راحت حسین ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین ! میں اس حوالے سے شرعی نقطہ نگاہ سے تبلیغ دین اور اشاعت دین کے حوالے سے شیخ رشید احمد صاحب اور اس ایوان کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے ۔ (عربی)

تبلیغ دین کے حوالے سے اللہ رب العالمین نے ان لوگوں کو بہت ہی سراہا ہے جو اللہ رب العالمین کے دین کی طرف لوگوں کو بلائے ۔ اور پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے ۔ (عربی)

مجھ سے اگر ایک آیت بھی ہو تو اس کی تبلیغ کرے اور اس کی اشاعت کرے ۔ اور پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام نے یہاں تک دعا دی ہے کہ (عربی)

اللہ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جو میری بات کو سنے اور اس کو دنیا میں پھیلائے ۔ تو اس حوالے سے یہ ہمارے ایمان کا تقاضا بھی ہے اور ہمارے اسلام کا بھی یہ تقاضا ہے ۔ چونکہ اسلام اور دین اسلام اور شریعت محمدی کی بنیاد یہی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(عربی)

اسلام ایک حاکم دین ہے محکوم نہیں ۔ کیونکہ ہمارا ملک ایک اسلامی اور نظریاتی ملک ہے جس کی بنیاد بھی ایک نعرے پر رکھی گئی ۔ لا الہ الا اللہ کے مقصد کے تحت رکھا گیا ہے ۔ہم اس کو فرض منصبی سمجھیں۔ شیخ صاحب کا نام ہم اس لئے زیادہ لیتے ہیں کہ شیخ صاحب ہمارے وزیر اطلاعات ہیں ۔ اور ان کا جو تعلق رہا ہے اکابرین سے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب سے ' انہوں نے بھی ان کو یہی طریقہ سمجھایا ۔ تو ہم ان سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس حوالے سے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کے حوالے سے بھی وہ اپنے فرائض منصبی کو پورا کرلیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مبعوث ہوئے دنیا میں تو ان کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ پیغمبر اسلام نے ساری دنیا کو اسلام سمجھایا ' ساری دنیا کے لئے رحمت اللعالمین بن کر دنیا میں مبعوث ہوئے ۔ اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے ۔ (عربی)

آپ کو خیر امت کہا ہے ۔ ہمارے اس پاکستان کو نہیں بلکہ ساری انسانیت کو اور پھر انسانیت میں مسلمان کو پاکستان کی ایک خاص حیثیت اور کردار ہے۔ دنیا کے اندر اہم کردار ہے۔ ہم خیر امت کہلائیں ' اللہ رب العالمین نے ہمیں یہ لقب دیا ہے اور یہی لقب لے کر ہم اللہ رب العالمین کے دین کو دنیا میں پھیلائیں ' خواہ جس طریقے سے بھی ہو ۔ خواہ میڈیا سے ہو ' پرنٹ میڈیا سے ہو ' اور رہی بات یہ کہ جائز اور ناجائز تو یہ ایک الگ issue ہے ۔ ہم اس پر بات نہیں کرتے ۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلام مشتہر ہو ' اور اصلی روح کے ساتھ مشتہر ہو ۔ شکریہ ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: رزینہ عالم صاحبہ ۔

سینیٹر رزینہ عالم خان۔ شکریہ جناب چیئرمین ! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے اس کے آخر میں جو لکھا گیا ہے کہ اسلام کا concept اور teachings صحیح طور پر دنیا کے سامنے لائی جائیں اور اس کے لیے ٹی وی اور میڈیا اپنا مثبت کردار ادا کرے ' میں سمجھتی ہوں یہ بہت اہم ہے ۔

جہاں تک نئے TV channel کے شروع کرنے کا تعلق ہے' اس میں اخراجات آتے ہیں جس کا صحیح اندازہ ہمارے وزیر موصوف ہی لگا سکتے ہیں لیکن اسلام کے متعلق دنیا میں جو

misperception ہے اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہوں گی کہ کچھ ایسے پروگرام ہونے چاہییں موجودہ چلنے والے channels میں جن سے اسلام کا صحیح concept دنیا کے سامنے آئے تاکہ جو ابہام یا misunderstanding یا سوچ develop ہو رہی ہے یا اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، وہ درست ہو جائے۔ میں اس سلسلے میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں گی کہ کئی دفعہ اکثر لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا خواتین کے حصول تعلیم کی اسلام میں اجازت ہے؟ جب ان کو یہ بتایا گیا کہ مسلمان مرد اور عورت کے لیے obligatory ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔

جناب والا! میری ایک suggestion ہے کہ موجودہ چلنے والے channels میں اس قسم کے پروگرام زیادہ ہوں تا کہ اسلام کی صحیح teachings لوگوں کے سامنے آئیں۔ شکریہ

Mr. Deputy Chairman: Last two speakers. Maulana Sami ul Haq.

سینیٹر مولانا سمیع الحق۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب محترم چیئرمین صاحب! میں اس معاملے میں زیادہ تفصیلات اور دلائل میں نہیں جاؤں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی قرارداد ہے جو متنازعہ ہونی ہی نہیں چاہیے، دونوں اطراف کو اس کی ضرورت اور اہمیت کا احساس ہونا چاہیے۔ میں خاص طور پر شیخ رشید صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر اس طرف سے کوئی مثبت یا بھلائی کی بات آتی ہے تو ادھر سے اپوزیشن کو بھی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ ہمیں ہر تعمیری بات کی تائید کرنی چاہیے۔ اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی ایسی بات آئی ہے اور نیک نامی ساری حکومتی بنچوں کی طرف جاتی ہے تو یہ ایک مسلمہ چیز ہے کہ اس وقت اسلامی تعلیمات کے لیے ایک channel کی ضرورت ہے۔ ہمارے اوپر میڈیا کے ذریعے انگریزوں کی یلغار ہے اور اندھیرے خواہ کتنے ہی گہرے ہوں اس میں ایک جگنو بھی راہنمائی دے سکتا ہے۔ لہذا ایک ایسا channel مستقل ہو جائے۔ شیخ رشید صاحب نے پہلے اعلان بھی کیا تھا کہ انشاء اللہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں خصوصی channels کی بات ہوگی، ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب نے جب حلف اٹھایا تو انہوں نے پہلی تقریر یہ کی کہ میں اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دوں گا اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشعل راہ ہوں گے۔ جناب چیئرمین! اس وقت ہمارے خلاف ساری جنگ میڈیا کی ہے، ٹینکوں جہازوں اور بموں سے زیادہ media war ہے اور وہ اسلام کی ایک بہت شرمناک اور غلط تصویر پیش کر رہے ہیں کہ اسلام صرف دہشت گردی کا نام ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں ایک ایسا channel ہونا چاہیے جو اسلام کا رخ روشن پیش کرے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پوری امت کو ایک ایسا channel بنانا چاہیے تھا جو پوری دنیا میں اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کرتا لیکن اب کم از کم پاکستان میں ایک ایسے channel کے لیے اگر بنچوں کی طرف سے تائید آ جائے، قرارداد تو قرارداد ہے، قراردادوں پر کس نے عمل کیا ہے لیکن بلاوجہ کیوں بدنامی لی جائے۔ اگر اس طرف سے کہا جائے کہ لا الہ الا اللہ پڑھو، ہم کہیں کہ نہیں ہم تو اپوزیشن میں ہیں، اور ادھر سے کہا جائے کہ محمد الرسول اللہ پڑھو، وہ کہیں کہ نہیں یہ ادھر سے بات آئی ہے تو یہ ایک اچھا پہلو نہیں ہوگا۔ قراردادیں صوبائی اسمبلیوں، بلوچستان، سرحد، پنجاب میں آ رہی ہیں تو سینیٹ کیوں اپنے ہاتھ سے نیک نامی کھوئے۔ میری التجا ہے کہ اس معاملے کو اتنا لمبا نہ کریں اور اس قرارداد کو پاس کریں یہ سب کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ احمد علی صاحب۔

سینیٹر احمد علی۔ ماشاء اللہ بڑی اچھی proposal ہے۔ الحمدللہ ہم سب پاکستانی ہیں۔ اس میں اپوزیشن کا تو سوال ہی نہیں آتا لیکن کچھ ایسے points بھی ہیں جن پر غور کرنا پڑتا ہے۔ اصل چیز عمل ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل تک تو آپ ریڈیو کو بھی کہتے تھے کہ یہ غلط چیز ہے پھر آپ نے ٹی وی کو توڑنے کی بھی مہم چلا دی کہ ٹی وی توڑ دو، یہ بھی غلط ہے۔ آج آپ کہہ رہے ہیں کہ وہی سارے channel درست ہیں۔ کیا انہوں نے اپنا سارا طریقہ change کر لیا ہے یا کوئی نئی theory پیش کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس کو oppose کرنے کی کوئی بات نہیں ہے مگر

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: محمد حسین صاحب! آپ please بیٹھ جائیں۔ کسی کی کوئی

disturbance نہیں ہو گی۔

سینیٹر احمد علی، عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی، یاد رکھیں - جب عمل صحیح تھے دنیا میں اسلام پھیلا ہوا تھا۔ جب آپ نے اعمال کو اوپر نیچے کیا تو آج یہ مصیبت ہم پر نازل ہوگئی۔ سعودی channel چل رہا ہے، بڑا اچھا چل رہا ہے۔ ہمارا کیو ٹی وی چل رہا ہے۔ یہ بھی بڑا اچھا چل رہا ہے۔ کیا یہ اردو میں چلانا چاہتے ہیں یا انگلش میں، پہلے یہ decide کریں۔ اگر western propaganda کا مقابلہ کرنا ہے تو یہ کہیں کہ یہ TV channel انگلش میں چلائیں تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ اسلام کیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ان الدین عنداللہ السلام۔ صدق اللہ مولانا العظیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میں ممنون ہوں جناب ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب کا جنہوں نے Article 31 کا حوالہ دے کر اس تجویز کی تائید کی ہے۔ جناب اکرم ولی صاحب نے بھی اپنے مخصوص انداز میں اس کی تائید کی ہے، ان کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے لیے انہوں نے جو شرائط لگائی ہیں وہ بھی کوئی بہت غیر مناسب نہیں ہیں، ان کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ میں بھی Article-2 آپ کی اجازت سے پڑھوں گا

"Islam shall be the State religion of Pakistan"

اور Article 2A میں یہ کہا گیا ہے کہ Objectives Resolution, mandatory part ہے اس کا جو relevant para ہے

"wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective affairs in accordance to the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah".

یہ ہمارے آئین کے تقاضے ہیں اور جناب پروفیسر خورشید صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے، میں محترم وزیر اطلاعات جناب شیخ رشید صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس پر عملدرآمد کو یقینی

بنائیں۔ ہمارے بعض دوستوں کو کچھ غلط فہمی لاحق ہوئی۔ اسلام کے تحفظ کا ذمہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے اور اس کا وہ تحفظ کرے گا لیکن اس کے تحفظ کے لیے اس امت کو اٹھایا گیا ہے، ایک نبی بھیجا ہے اور جو لوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں ان کو ایک امت بنا دیا ہے۔ اس امت کی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ اس دین کی حفاظت کریں اور دین کی حفاظت کے ذریعے اپنی دنیا بھی بنائیں اور اپنی آخرت کو بھی سنواریں۔

جناب چیئرمین! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ کے دین کے پھیلانے کے لیے اس وقت جو بھی ممکن ذرائع ابلاغ تھے ان کو استعمال کیا۔ ٹی وی آج کا ایک ذریعہ ابلاغ ہے، اس لئے آج اس کا استعمال اسلام کے لیے بہت ضروری ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قبائل کو بلایا اور آواز دی اور سب لوگ اکٹھے ہوئے، یہ اس وقت کا ایک معروف طریقہ تھا۔ اس میں قباحت کا جو پہلو تھا اس کو اللہ کے نبی نے چھوڑ دیا اور اس زمانے کے اس طریقے کو ریحان النظیر کہا جاتا تھا کہ اگر کوئی خطرہ محسوس ہوتا تھا تو جو شخص خطروں کو دیکھ لیتا تھا، وہ کپڑے پھاڑ دیتا تھا اور چیختا، چلاتا تھا اور لوگ جمع ہوتے تھے اور وہ خطرے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس میں جو قبیح پہلو ہے اس کو چھوڑ دیا اور کھڑے ہو کر سب لوگوں کو بلایا، اس کے بعد ان سے کہا کہ اگر میں آپ کو یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک دشمن انتظار کر رہا ہے اور موقع پا کر تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائے گا تو کیا آپ تسلیم کر لیں گے۔ سب لوگوں نے کہا کہ آپ صادق اور امین ہیں، آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے ہم آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ابلاغ کا ایک طریقہ تھا اور پھر کہا کہ اگر آپ مجھے صادق اور امین سمجھتے ہیں تو پھر آپ اس بات کو قبول کیجئے کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کا دین اسلام ہے۔ اسلام اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کا سرکاری مذہب ہے اور اس کو پھیلانے کی ذمہ داری مملکت پاکستان پر ہے اور پاکستان کی حکومت پر ہے، پاکستان کے محکمہ اطلاعات پر ہے۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ اس کا اہتمام کیا جائے۔ پی ٹی وی کو اس قابل بنایا جائے کہ اس کے ذریعے یہ فریضہ سر انجام دیا جائے یا اس کے لیے separate channel بنایا جائے جو بھی ممکنہ ذریعہ ہو اس کے استعمال سے یہ کام کیا جائے لیکن یہ کام بہت ضروری ہے۔ اس وقت پی ٹی وی تو زیر بحث

نہیں ہے لیکن میں ضمناً یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پی ٹی وی کا اللہ کے پاک نام سے آغاز ہوتا ہے اور فرمان الٰہی پر اس کا اختتام ہوتا ہے لیکن بیچ میں جو کچھ ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ منافقت کے سوا اس کو اور کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبال کے اس شعر پر اپنی بات ختم کروں گا جناب محترم وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد صاحب کے لیے کہ:

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے

شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

جناب ڈپٹی چیئرمین: پھر شمشیر کی بات لے آئے بیچ میں۔ آپ دیکھیے شیخ صاحب کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے۔ بولیں۔

شیخ رشید احمد (وفاقی وزیر اطلاعات): شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں معزز اراکین کا، ان کے جذبات کا، ان کی سوچ کا، ان کے مشوروں کا۔ جہاں تک PTV کا تعلق ہے، جناب چیئرمین! پہلے ہی، بصیرت، فرمان الٰہی، القرآن حکیم 60 منٹ کا پروگرام ہم روزانہ دیتے ہیں، حمد و نعت، حی علی الفلاح، دین فطرت، روشنی اور اس کے علاوہ "میں، اسلام اور آج کی دنیا" رمضان المبارک کے پروگرام، محرم کے پروگرام، خلفاء راشدین کے پروگرام لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس نئی سوچ میں، نئی media war میں دین کے حوالے سے علماء کرام، اور یہ "قال قال رسول اللہ" کا علم بلند کرنے والے اگر media کو استعمال کرنا چاہتے ہیں تو بہت خوشی کی بات ہے۔ میں بہت ساری باتیں کر سکتا تھا لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کیونکہ دین کی بات ہے۔ میں ایسے استادوں کے پاس بھی گیا ہوں اور بیٹھا ہوں حتیٰ کہ مولانا سمیع الحق صاحب جانتے ہیں کہ شکور سہارنپوری کے پاس کوئی کیمرہ مین آتا تھا تو اسے مارتے تھے اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کو کہا جائے گا کہ اس تصویر کو جوڑو اور بعض اساتذہ، ان کے بزرگوں کے نام نہیں لینا چاہتا کہ ان کی رائے کیا تھی۔ لیکن ایک اچھی بات یہ ہے کہ یہ بدلتی ہوئی--- میں میاں جی، استاد جی کے بارے میں نہیں کہنا چاہتا کہ وہ loud speaker پر نماز نہیں پڑھاتے تھے۔ وہ کہتے تھے نہیں بھئی، پیچھے تکبیریں کہیں، نئی سائنس میں ہم نہیں جاتے لیکن خوشی ہے کہ سینیٹ میں بہت ذمہ دار اور وقت اور حالات کو بدلتے ہوئے دیکھنے والے لوگ ہیں۔ جناب

چیئرمین! آپ کمیٹی میں اس کو refer کر دیں تاکہ اس کی نوک پلک سنواری جائے اور مستقبل کے وزیر اعظم بھی یہاں موجود ہیں وہ اس کے بجٹ کو دیکھ لیں، اس کے بجٹ کو اور اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

Mr. Deputy Chairman: I have the sense of the House that it should be referred to the Committee. So, it is referred to the Committee.

We have received the following message from Secretary, National Assembly which I will read for the information of the Members of the Senate:

"In pursuance of Rule 122 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly, 1992, I have the honour to inform that the National Assembly has passed the Political Parties (Amendment) Bill, 2004 on the 19th July, 2004. A copy of this Bill, as passed by the National Assembly, is transmitted herewith."

Now, that takes us to item No.4. We may resume consideration of the Resolution moved by Haji Liaqat Ali Bangulzai on 19th January,...

RESOLUTION RE: WORK ON LAK PASS TUNNEL AND WIDENING THE ROADS IN BALOCHISTAN.

جناب وسیم سجاد، چونکہ ہم اس کو oppose نہیں کر رہے ہیں تو اس کو pass کرتے ہیں اور already لک پاس پر مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ ہوگیا ہے اور widening بھی ہو رہی ہے۔ بلوچستان کے جو میرے دوست ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ہوگیا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، بنگزئی صاحب! آپ کا تو resolution ہی pass کر دیا ہم نے۔ بابر صاحب آپ بتا دیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی، جناب چیئرمین! میری عرض سنیں۔ Sir, first you have to listen to me. I am the mover. I have to say something about Lak Pass tunnel.

Mr. Deputy Chairman: You must make a speech. Yes, please.

جناب لیاقت علی بنگلزئی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ اگر آج کی کارروائی کو ذرا غور سے دیکھیں تو اس میں جو میری قرارداد ہے وہ 19 جنوری 2002 کو table ہوئی تھی اور اب 19 جولائی 2004 کے بعد پورے چھ مہینے گزر گئے، اس کے باوجود اگر آج بھی مجھے بات کرنے کا موقع نہ ملے تو --------

جناب ڈپٹی چیئرمین، ضرور کریں جی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی، جناب چیئرمین! سب سے پہلے کسی بھی ملک کی معیشت کے لئے جو اہم بات ہوتی ہے، اس کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت زراعت ہوتی ہے لیکن زراعت کے لئے جو ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے وہ شاہراہیں ہوتی ہیں، سڑکیں ہوتی ہیں، roads ہوتے ہیں، ٹنل ہوتی ہیں۔ ہمارے بلوچستان میں واحد شاہراہ جو پہاڑی پر واقع ہے وہ لک پاس شاہراہ ہے جو نہ صرف چاروں صوبوں کی زنجیر ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی روٹ بھی یہی ہے اور اسی سے گزر کر سعودی عرب، مشرق وسطیٰ، یورپ اور اس سے آگے امریکہ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ جناب! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ اگر زمیندار کے مال کو بروقت مارکیٹ میں نہ پہنچایا جائے تو وہ منافع کی بجائے اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے اور وہ اس کے لئے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

موجودہ حکومت 99 سے لے کر آج تک خوشحال پاکستان اور تعمیر پاکستان کے حوالے سے سڑکوں کا ایک جال بچھا رہی ہے جو کہ قابل تحسین اقدام ہے۔ پورے ملک میں سڑکوں کا جال بچھایا جا رہا ہے لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ لک پاس ایک اہم شاہراہ ہے جس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور ابھی جیسے ہمارے فاضل سینیٹر صاحب نے کہا کہ اس پر کام ہو رہا ہے اس کی چوڑائی کے حوالے سے لیکن جو 88 proposal میں تھی اور جو MOU North Korea

کے ساتھ sign کیا تھا وہ ایک ٹنل کا تھا۔ اب ستم ظریفی یہ ملاحظہ کیجیے کہ جب بھی موسم سرما میں برف باری ہوتی ہے تو سینکڑوں گاڑیاں لک پاس کے دونوں اطراف پھنس جاتی ہیں اور ان میں چھوٹے چھوٹے بچے، خواتین، بزرگ، جوان سرد ہواؤں کے تھپیڑے کھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین! نیشنل ہائی وے پر راہ چلتے تو کئی ایک slogan نظر آتے ہوں گے لیکن مجھے ایک slogan بہت پسند ہے وہ لکھتے ہیں کہ "چاروں صوبوں کی زنجیر نیشنل ہائی وے"۔ لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ یہ زنجیر لک پاس پر آکر ٹوٹ جاتی ہے جسے اصولاً نہیں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جو آپ کو یورپ کے ساتھ ملاتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : دلاور صاحب can we have a look at it.

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی : جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ تسبیح کے دانوں کی طرح یہاں آکر یہ زنجیر ٹوٹ جاتی ہے، بکھر جاتی ہے۔ اس کو جوڑنے کا عمل فوری طور پر شروع ہونا ہے، جب جناب احمد علی صاحب وزیر تھے تو میں نے اس وقت بھی یہ عرض کی تھی۔ آج الحمدللہ ہمارے جواں سال، بڑے پرعزم اور بڑے energetic قسم کے وزیر بابر غوری صاحب ہیں۔ مجھے کم از کم ان سے یہ توقع ہے کہ وہ آج یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے پروگرام شروع کیا ہے اور ٹنل کو بنائیں گے۔ سڑکوں کو محض چوڑا کرنے سے پھر مسائل ہوں گے کیونکہ وہ انتہائی بلند مقام پر ہے اور وہاں پر مسلسل برفباری ہوتی رہتی ہے۔ گرمیوں میں اگر ایک گاڑی بھی خراب ہو جائے تو پورے چھ گھنٹے آپ کے ضائع ہو جائیں گے۔ ایمبولنس میں جاں بہ لب مریض تڑپتے رہتے ہیں۔ میری ان سے اور ایوان سے یہی گزارش ہے کہ وہ لوگوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے کی بجائے ایک ٹنل بنالیں تاکہ آمدورفت میں آسانی رہے اور لوگوں کی جو اس وقت ذہنی پریشانیاں ہیں، زمینداروں کو جو مالی نقصانات ہو رہے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ آخری بات، میں صرف اسی پر ختم کر دیتا ہوں۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آج وزیر موصوف صاحب تشریف نہیں لائیں گے لیکن یہ میری خوش قسمتی ہے کہ وہ تشریف لائے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس بارے میں کوئی اہم اعلان کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب، کوئی اور بھی بولے گا۔ مہیم خان بلوچ۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ : جناب چیئرمین ! میرے فاضل رکن، لیاقت بنگزئی صاحب نے لک پاس کے متعلق تفصیلاً بات کی۔ یقیناً لک پاس کی چڑھائی کا مسئلہ ایک دیرینہ مسئلہ ہے۔ اس پر وقتاً فوقتاً ایوان کے اندر، مرکزی سطح پر، صوبائی سطح پر عوام کی طرف سے، عوام کے نمائندوں کی طرف سے آواز اٹھائی جاتی رہی ہے اور اس پر حکومت نے بھی غور وخوض کیا ہے۔ پانچ چھ سال پہلے اس کی منظوری ہوگئی تھی۔ وہاں کے D.C نے اس کا افتتاح بھی کیا تھا لیکن پھر یہ منصوبہ رہ گیا۔ اس کے بعد یہ تجویز سامنے آئی کہ ایک ایسے ٹھیکیدار کو یہ ٹھیکہ دیا جائے جو اپنے پیسوں سے اسے بنائے اور پندرہ بیس سال میں اپنی رقم معاہدے کے تحت وصول کر لے۔ پھر گورنمنٹ نے کہا کہ یہ مناسب طریقہ نہیں ہے اور گورنمنٹ نے اسے اپنے طور پر بنانے کا فیصلہ کیا۔ پہلے یہ تجویز تھی کہ کٹائی وغیرہ کی جائے لیکن اب انہوں نے کہا کہ چونکہ road پہلے سے موجود ہے، اگر کٹائی کریں تو ٹھیک نہیں ہے، اِس road میں اور اُس road میں اتنا فرق نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ یہاں سے ایک سرنگ بنائی جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے یہاں کوئی difficulty محسوس نہ ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے بابر صاحب سے بات کی ہے اور بابر صاحب نے اس مسئلے پر ہمارے ساتھ غور کیا ہے اور فوری طور پر N.H.A کے حکام کو بلایا اور اس پر کام کرنے کے لئے کہا۔ اب ہمارے سننے میں یہ آیا ہے کہ اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کی ایک کمپنی کو اس کا کام دیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ بابر صاحب اپنے طور پر اس کا اظہار فرمائیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ ثنا اللہ صاحب ! آپ بولیں گے but let it be brief.

سینیٹر ثنا اللہ بلوچ : جی جناب۔

Mr. Deputy Chairman: Alright, but let it be brief, please.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، شکریہ۔ جناب چیئرمین ! جس طرح سے محترم لیاقت بنگزئی صاحب نے فرمایا ہے کہ لک پاس ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو کوئٹہ کو دیگر اضلاع اور بالخصوص بلوچستان کے شمال مشرق اور مغرب سے ملاتا ہے، یہ انتہائی important شاہراہ ہے۔ یہ شاہراہ نہ صرف قومی اہمیت کی حامل شاہراہ ہے بلکہ 94-1993 میں ایک ECO Conference کوئٹہ میں

ہوئی تھی، اس شاہراہ کو ECO شاہراہ کا نام دیا گیا جو بلوچستان کے ساحلوں اور علاقوں کو Central Asia کے ساتھ ملاتی ہے۔ اس شاہراہ کی بڑی اہمیت بتائی گئی اور اب بھی اس پر international traffic کی آمدورفت ہے۔ ایران سے کافی گاڑیاں آتی ہیں، trailers آتے ہیں۔ اس لئے یہ ہمارے لئے کوئی مناسب بات نہیں ہے کہ پاکستان شاہراہوں کی تعمیر میں اتنا پسماندہ رہے۔ اس سے صوبے کی خوبصورتی اور N.H.A کی overall کارکردگی پر اثر پڑتا ہے۔ میری مختصر گزارش یہ ہے کہ کافی دفعہ یہ وعدہ ہوا ہے لیکن یہ وفا نہیں ہوا۔ اب اس کو وفا کرنے کے لئے محترم لیاقت بنگزئی صاحب نے جو resolution move کیا ہے، اسے approve ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ میری تجویز ہے کہ اس سے متعلق ایک چھوٹی سی کمیٹی بنائیں جو کہ دو تین اراکین پر مشتمل ہو جو tunnel پر ہونے والے کام کو N.H.A کے ساتھ مل کر expedite کرے۔ اگر اس میں ہماری خدمات کی ضرورت ہو تو ہم بھی حاضر ہیں۔ اس میں خود وزیر صاحب بھی ہوں۔ علاوہ ازیں لیاقت بنگزئی صاحب اور ہم بھی تیار ہیں۔ اس طرح سے ہم دو تین لوگ اس کام کو expedite کریں گے۔ یہ وعدہ پندرہ بیس سال سے چلا آرہا ہے۔ اس طرح سے یہ وعدہ وفا ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : وعدہ "وفا" نہیں بلکہ "ایفا" ہوتا ہے۔

سینیٹر ثنا اللہ بلوچ : بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بابر صاحب۔

جناب بابر خان غوری (وفاقی وزیر مواصلات): جناب والا۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : بابر صاحب ! میرا خیال ہے کہ آپ سے پہلے فرحت اللہ بابر صاحب بولنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : جناب چیئرمین ! بہت شکریہ ۔ مجھے خوشی ہے کہ Minister for Communication ہاؤس میں موجود ہیں اور وہ خود اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیں گے۔

میں اپنے فاضل دوستوں، بنگزئی صاحب اور بلوچ صاحب کی تائید کرتا ہوں کہ لک پاس

road جلد از جلد مکمل کی جائے۔ جناب چیئرمین! یہ صرف ایک road کی بات نہیں ہے بلکہ یہ National Highways Authority کی بات ہے ۔ وزیر محترم جب وزیر نہیں بنے تھے اور سینیٹر تھے تو ہمیں یاد ہے کہ ان کے جتنے بھی سوالات، resolutions and motions تھیں، ان کی اکثریت کا تعلق .N.H.A سے ہوتا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ minister بننے کے طریقے تھے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر فرحت اللہ بابر: تاہم اب وہ minister بن گئے ہیں اور ان کے علم میں ہوگا کہ ان کی وزارت میں ایک Vigilance Committee بنائی گئی ہے اور اس Vigilance Committee کا کام یہ ہے کہ ان کی وزارت میں جو مختلف شعبے ہیں، ان میں اگر کوئی بدعنوانی، corruption یا maladministration ہو تو اس کے متعلق وہ رپورٹ تیار کرتی ہے۔ بابر غوری صاحب کو معلوم ہے کہ National Highways Authority کے بارے میں اس Vigilance Committee نے پچھلے سال جولائی یا اگست میں ایک رپورٹ جاری کی تھی ۔یہ رپورٹ media کو تو جاری نہیں ہوئی لیکن اس کے کچھ حصے leak ہوئے اور اخبارات میں چھپ گئے تھے۔ اس کے بعد اسی ایوان میں یکم جنوری 2004 کو یہ سوال اٹھایا گیا کہ Vigilance Committee کی جو latest report ہے، وہ اس ایوان میں پیش کی جائے۔ اس کا جواب یہ آیا کہ ہم معلومات اکٹھی کر رہے ہیں اور معلومات اکٹھی کرنے کے بعد وہ رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے گی۔ اس دوران-------

Mr. Acting Chairman: Can you cut it short? You are going into prolonged discussion, you know.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: دو منٹ جی ۔ اس دوران vigilance committee نے اپنی تحقیقات جاری رکھیں ۔ ہر مہینے ان کی کوئی رپورٹ بنتی ہے تو ان کی اگلی رپورٹ یہ تھی کہ محکمہ ڈاک کا ایک ملازم NHA میں دوہری ملازمت کر رہا تھا اور ہم نے اس کو پکڑ لیا اور ہم اس پر action لیں گے ۔ جو اصل رپورٹ تھی اس کو یوں دبایا گیا، یوں چھپایا گیا کہ latest رپورٹ

کے حوالے سے انہوں نے اگلی رپورٹ دے دی جس میں صرف ایک گریڈ ۵ یا گریڈ ۷ کے سرکاری ملازم کو دوہری ملازمت کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ لک پاس روڈ جو ہے، یہ صرف لک پاس روڈ کا مسئلہ نہیں ہے، یہ NHA کی کارکردگی سے تعلق رکھتا ہے۔ پشاور اسلام آباد موٹر وے پر کام نہیں ہو رہا تو میری تجویز یہ ہوگی کہ NHA کے معاملات کی تحقیقات کی جائے اور اس کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ بابر صاحب۔ بابر غوری صاحب۔ آپ بولنا چاہتے ہیں، زیادہ زور سے نہیں بولیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! جیسے حاجی صاحب اور بابر صاحب نے کہا ہمیں بڑی خوشی ہے کہ بابر غوری صاحب ہمارے وزیر مواصلات بھی ہیں، بابر ہیں ہی وزیر غور کے لیے، مجھے یقین ہے کہ غور کریں گے، ۵۶ سالہ کمی کو ضرور پورا کریں گے۔ عزت مآب اس ہاؤس کے توسط سے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ۹ سال سے جیکب آباد سے لیکر سبی تک ۲۰۰ کلومیٹر کا ٹکڑا NHA کا نہیں بنا ہے ---

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھیں، discussion limited ہونی چاہیے۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی: جی آ رہا ہوں، آ رہا ہوں۔ یہ روڈ پھر کر ادھر ہی آ رہی ہے۔اس کے بعد میں یہ بتا رہا ہوں کہ اتنی speed کیوں ہو رہی ہے۔ اس کو بارہ پندرہ سال کر دیں تو اچھا ہے۔ ہم ویسے ہی مٹی اور کچے راستوں کے عادی ہیں اور اس کے بعد سبی سے لیکر بولان تک جس ٹنل کی بات کر رہے ہیں یہاں تک اس کو ملایا گیا ہے۔ بولان سارا پہاڑی علاقہ ہے۔ جناب! اس میں تین بڑے پل آتے ہیں۔ جیسے حاجی لیاقت علی بنگزئی صاحب نے کہا کہ یہ یورپ تک disturb ہوتا ہے۔ جناب! پنجاب اور سندھ سے وہاں کا راستہ جو سندھ اور کراچی کو ہم سے ملاتا ہے، بولان میں اس میں تین پل آتے ہیں------

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ اسی پل کی بات ہو رہی ہے۔ لک پاس میں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی: بی بی لالی پل، غربی پل اور اس کے ساتھ پنڈ پل، یہ سنگل بنے ہوئے ہیں۔ بارہ سے پندرہ فٹ چوڑے ہیں۔جب ان پر تھوڑا سا نقصان ہو جاتا ہے

تو نو، نو گھنٹے نہیں، بلکہ جناب! دو دو، تین تین دن ٹریفک جام ہو جاتی ہے ۔ میں غوری صاحب سے کہہ رہا ہوں کہ غور فرمائیں۔ انہوں نے ایک مہربانی کی ہے کہ ہماری ایک NHA meeting سے کرائی ہے اور یہ یہاں اس ہاؤس میں اعلان کر دیں کہ ان پلوں کی توسیع کی جائے گی اور ٹنل کو فی الفور بنانے کے احکام دیئے جائیں تاکہ لوگوں کی تکلیف ختم ہو جائے۔ شکریہ ۔بڑی مہربانی ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بابر صاحب! پیچھے سے آواز آ رہی ہے کہ" لو اپنے دام میں صیاد آ گیا" ۔

جناب بابر خان غوری (وفاقی وزیر مواصلات): اچھا، جناب! بات یہ ہے کہ جیسا ڈاکٹر صاحب نے کہا اور فرحت اللہ بابر صاحب نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح ہے کہ بحیثیت سینیٹر میں نے ہر محکمے کے بارے میں سوالات کیے اور ایک عوامی نمائندے کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ مختلف ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے سوالات کرے اور اس کے اندر جو نقائص ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔میں ہمیشہ welcome کرتا ہوں معزز سینیٹرز یا ایم این ایز کو جب بھی وہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے لیے کوئی سوال لاتے ہیں یا موشن لاتے ہیں ۔اس سے پہلے آپ نے دیکھا ہوگا کہ چند دن پہلے ڈاکٹر صاحب نے ایک issue اٹھایا تھا جو درختوں کے حوالے سے تھا اور اس کے فوراً بعد اگلے روز میں نے ایک کمیٹی بنائی جو دو سینیٹروں پر مشتمل ہے جو اس کی تحقیقات کرے گی۔ان کی شکایت ہے کہ کئی درخت نہیں لگے اور پیسے لے لیے گئے ہیں۔ ثناء اللہ بلوچ صاحب نے لک پاس کے حوالے سے تجویز دی اور میں ان کی تجویز سے بھی اتفاق کرتا ہوں اور یہ بھی میں notify کر دوں گا تاکہ وہ کام صحیح چلے ۔ میں صرف یہ inform کرنا چاہتا ہوں کہ اس project کے معاملے پر اپوزیشن کے معزز سینیٹرز میرے آفس آئے تھے اور ہم نے NHA ہال میں meeting کی تھی اور وہاں بھی بتایا تھا اور یہاں بھی میں ان کو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ وہ کام شروع ہو گیا ہے اور already اس کے لیے اس بجٹ میں پیسے رکھ لیے گئے ہیں۔ لک پاس shortest way ہے کوئٹہ کو ایران سے ملانے کے لیے، جو N-40 کے ذریعے اور N-25 کے ذریعے کراچی اور دیگر ملکوں سے ملائے گی، وہ بہت important ہے۔ اس

کو مدنظر رکھتے ہوئے FWO, BOT basis پر اس کی تعمیر کر رہی ہے جس پر total 570 million روپے خرچ ہوں گے۔اسی طریقے سے اس کی approach roads پر بھی کام کرنا ہے، اور ان کی widening پر بھی کام کرنا ہے۔ میں اپنے Senators کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ صرف غور کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ ہم غور ضرور کرتے ہیں لیکن اس پر عمل بھی فوراً کرتے ہیں ۔ یہ فیصلہ ہو چکا ہے، کام شروع ہو گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے کہ بہت جلد within time اس کو مکمل کر لیں گے۔

دوسری بات جو ابھی فرحت اللہ بابر صاحب نے M-I کے حوالے سے کی، اس کے بارے میں، میں اس ہاؤس کے علم میں لاؤں کہ ہم نے اسلام آباد سے برہان تک 25 تاریخ سے کھولنی ہے اور 21 کے لیے میں ان Senators حضرات کو دعوت دیتا ہوں جو دیکھنا چاہتے ہیں اور جن کا اس علاقے سے interest ہے تو ہم جگہ طے کر لیتے ہیں وہاں آ جائیں۔ ہم اس کا visit کرنے جا رہے ہیں، ان کو بھی دکھائیں گے کھولنے سے پہلے۔ اس میں اگر ان کی کوئی تجاویز ہوں گی تو ہم ان کو welcome کریں گے۔یہ ہمارے ساتھ چلیں اور اس کو انشاء اللہ تعالیٰ 25 جولائی کو عوام کے لیے کھول دیں گے جو ایک ماہ کے لیے free ہو گا۔

یہ تمام کام ہم کر رہے ہیں۔ حکومت کا focus ہے کہ پاکستان کے قومی اہمیت کے جو بھی منصوبے ہیں ان کو وقت سے پہلے مکمل کیا جائے۔ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے اسی طرح تعاون کیا، پچھلا جو ایک سال گزر گیا اگر اس وقت بھی ہمارے ساتھ تعاون کرتے تو بہت سے project ہم اور جلد مکمل کر لیتے لیکن انشاء اللہ اس project پر بھی کام شروع ہو گیا ہے، یہ بھی مکمل ہو گا۔ M-I کا میں نے ان کو بتایا کہ 25 جولائی کو اس کی برہان تک باقاعدہ opening کر رہے ہیں۔باقی جو projects ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جلد از جلد مکمل کریں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ کیونکہ آپ نے چھ مہینے انتظار کیا اس لئے اب بیٹھ جائیں۔ Now I put the Resolution before the House.

"It has been moved by Haji Liaqat Ali Bangulzai that this House

recommends that the work to open Lak Pass and widening the roads in Balochistan be undertaken forthwith."

(The Resolution was adopted).

Mr. Deputy Chairman: Congratulation to you. I have already a request from a Senator to adjourn the session earlier. I think he is waiting, if it is sense of the House, otherwise I am ready to go. I have requested the House. If the House says yes, I will do it. Alright.

So, the House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 20th July 2004 at 6.30 in the evening.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 20th July, 2004 at 6.30 p.m.]